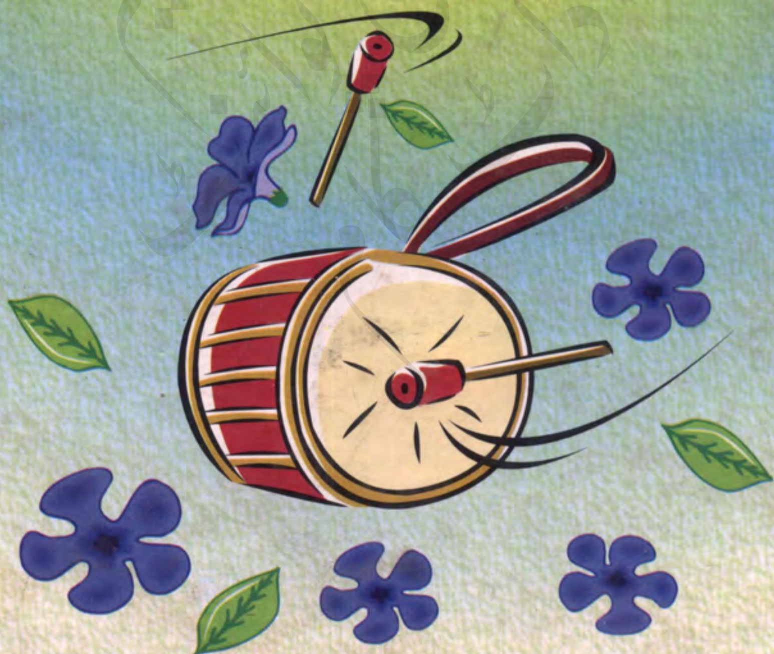
بانگِ دُہل

جناب نازِ سخن بانیٔ اَدب ملک الشعراء

حضرت اُستاد امام الدین گجراتی



فہرست مضامین

حصہ اوّل

حصہ دوم

صُورِ اسرافیل

التماس ناشر

میں انتہائے ارادت اور غایتِ خلوص سے حضرتِ اُستاد کے کلام معجز نظام کا یہ جدید نسخہ ابنائے ملک کے سامنے پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ مجھے اس سعادت پر فخر ہے کہ تاجدارِ اقلیم سخن طوطیٔ گلزار ہند حضرت استاد امام الدین صاحب ایم اے۔ بی اے۔ پی ایچ ڈی (اعزازی) کے عہد شباب و دورِ پیری کی نازک خیالی اور نکتہ سنجی کے گرانمایہ نقوش جو گزشتہ کئی سال سے بے مہریٔ یارانِ وطن کے باعث کنج خمول اور گوشۂ ذہول میں پڑے تھے۔ آج میری حقیر کوشش سے منصۂ شہود پر آ رہے ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ گرامی قدر استاد کی فقید المثال شاعری پر ایک طولانی تبصرہ کروں، لیکن میرے رفیق محترم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم بی اے۔ ایل ایل بی نے اس قدر جامع، مفصل اور سہل الفہم تقریظ لکھ دی ہے کہ اس کے پڑھنے کے بعد ناظرین کو جگت اُستاد کی شخصیت، شاعرانہ کمال اور ندرتِ بیان سے پورا پورا تعارف ہو جاتا ہے۔ بہر نوع خادم صاحب نے بانگ دہل اور سور اسرافیل کو زیادہ دلچسپ، پُر لطف اور بامعنی بنانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ جس کے لیے نہ صرف

میں اور حضرت اُستاد ہی صاحبِ ممدوح کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کرتے ہیں۔ بلکہ ہمارے ہزار ہا ناظرین جو اس کتاب کا مطالعہ بنظرِ تعمق فرمائیں گے۔ جناب خادم کا شکریہ ادا کرنے پر مجبور ہوں گے۔ بالآخر مجھے امید ہے کہ اربابِ فہم و نظر ہماری کوششوں کی داد دیں گے۔ اگر احباب نے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی تو انشاء اللہ آئندہ زیرِ نظر عروسِ نظم کو ہر لحاظ سے بہترین بنانے کی کوشش کی جائے گی............!

دیباچہ

دنیا میں ہزاروں نامور پیدا ہوئے۔ لاکھوں باعزت و ذی شان ہستیاں عالمِ غیرمحسوس سے منصۂ شہود پر آئیں۔

صد ہا شاعر، ادیب اور لبیب صحیفہ قدرت کی ورق گردانی کر کے جوہر قلم دکھا گئے۔ غالب، تقی، سودا، انیس، امیر وغیرہم نے اپنے والہانہ نقوش سے عالم پر ایک کیف طاری کر دیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ حضرت استاد والا شان جناب نازِ سخن بانی ادب استاد الشعراء، امام الشعراء طوطی سخن حضرت استاد امام الدین صاحب ایم اے۔ بی اے، ایل ایل ڈی۔ پی ایچ ڈی (اعزازی) جیسا شاعر آج تک پیدا نہیں ہوا۔

۲۔ ترکیب القاب میں بیشک ایک بے ترتیبی معلوم دیتی ہے لیکن تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت استاد مدظلہ کا ایم اے ہونا آپ کو بی اے ہونے سے مستغنی نہیں کرتا، کیونکہ حضرت اُستاد بے شک بانی، ادب ہونے کی حیثیت سے بی اے ہیں، مگر ایم اے (موجدِ ادب) ہونا آپ کو قبل از بنائے ادب بھی حاصل ہے۔

۳۔ حضرت اُستاد جہاں بی اے (بانئ ادب) اور ایم اے (موجدِ ادب) ہیں وہاں بفضلہٖ تعالیٰ ایل ایل ڈی بھی ہیں۔ جو لا ثانی المعانی ڈگری کے مترادف ہے۔ اس موقع پر یہ واضح کر دینا قرینِ مصلحت ہے کہ حضرت استاد حصولِ القاب کے لیے کسی یونیورسٹی کا رہین منت ہونا اپنے لیے باعثِ ہتک سمجھتے ہیں۔ مندرجہ بالا القاب اعزازی تو گجرات کی خوش قسمت اور بیدار بخت پبلک کی نذرِ عقیدت ہیں۔ جس نے جناب استاد کے کلام فقید المثال کی خوشہ چینی کی۔

۴۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اس وقت جب کہ بانگ دہل کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو رہا ہے، استاد صاحب کے القاب میں بعض اور القابات کا اضافہ ہو کر استاد صاحب پی ایچ ڈی (فاضفل ڈگری) اے ایس ایس (A.S.S) یعنی افسر شعرو شاعری اور یو ایس اے (U.S.A) یعنی اُستاد شعراء عالم بھی ہو چکے ہیں۔ اس خطاب آفرینی میں سیالکوٹ کے اہلِ ذوق کا بھی حصہ ہے۔ جنہوں نے سیالکوٹ میں، جناب استاد صاحب کی شان میں ایک عظیم الشان مشاعرہ، جناب شیخ روشن دین صاحب تنویر پلیڈر سیالکوٹ کی زیرِ صدارت منعقد کیا اور اہالئ سیالکوٹ کی طرف سے برادرم مسعود شاہد صاحب ایم اے نے پی ایچ ڈی کی ڈگری استاد صاحب کی خدمت میں پیش کی اور بتایا کہ پی ایچ ڈی سے مراد فاضل ڈگری ہے۔ A.S.S اور U.S.A کی ڈگری حلقہ ادب گجرات کی طرف سے جناب چوہدری محمد اسلم صاحب ای اے سی گجرات نے بہ تقریب یوم یکم اپریل ۱۹۴۴ء استاد صاحب پر وارد فرمائیں۔

۵۔ سرزمین گجرات بھی عجیب و غریب اور بوقلموں اثمار پیدا کرنے کی وجہ سے خطۂ یونان ہے۔ اس میں شعراء بھی ہیں اور ادیب بھی، مذہبی آدمی بھی ہیں اور آزاد منش بھی، شعراء میں سے کئی صاحب دیوان ہیں۔ بعض بقول خود ہندوستان کے مشہور انشاء پرواز اور شاعرِ بے مثال بھی ہیں۔ مگر حضرت استاد کو بجا طور پر یہ فخر حاصل ہے کہ آپ کے سر پر اغیار نے بنائے ادب اور ایجاد ادب کی معانی اور لاثانی دستار باندھی۔

زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

۶۔ حضرت اُستاد (جیسا کہ آپ کے کلام سے ظاہر ہے) ایک کہنہ مشق اور

تجربہ کار شاعر ہیں۔ جناب جہاں فطرتی طور پر شاعر واقع ہیں، وہاں متقدمین کے کلام سے استفادہ کرنے میں بھی آپ نے اپنے قیمتی وقت کا ایک حصہ کثیر صرف کیا ہے۔

۷۔ جناب کو علمِ عروض میں ایک خاص ملکہ ہے۔ چنانچہ آپ عنقریب ایک عظیم الشان کتاب ''شاعری کا پرنسپل'' شائع فرمانے والے ہیں۔

۸۔ حضرت استاد جہاں جسمانی ڈیل ڈول کے لحاظ سے دیگر شعراء سے ممیز ہیں، وہاں ان کا کلام بھی ان اصولوں کے لحاظ سے جن پر اس کی بنا ہے، تمام دیگر شعراء پر ایک غیر معمولی فوقیت رکھتا ہے۔ وہ اُستاد الشعراء بھی ہیں اور امام الشعراء بھی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جس فن شاعری کا استاد موجد ہے، اُس کے پیش نظر یہ کہنا بھی بجا ہے کہ استاد دین الشعراء کا امام بلکہ مجسم دین ہے۔ اس لیے استاد امام الدین کے نام کا ہر ہر لفظ بامعنی اور پُر حکمت ہے۔

۹۔ حضرت اُستاد ایک کہنہ مشق شاعر ہیں ۱۹۰۲ء سے آپ نے شعر کہنا شروع کیا۔ گویا استاد کا کلام جو آپ کے سامنے ہے، چالیس سالہ مشق سخن کا نتیجہ ہے۔ ابتدا میں چونکہ مشق نہ تھی۔ اس لیے ابتدائی کلام میں وہ رنگینی و بلند پروازی نہیں، جو بعد کے کلام میں بدرجہ اولیٰ موجود ہے۔ رفتہ رفتہ حضرت استاد نے اپنی شاعرانہ طبع کو مشق کی جلا دے کر ایک جوہر قابل دنیا کے سامنے پیش کیا۔ سننے والوں نے ابتدا میں اُسے ایک عجیب چیز تصور کیا۔ مگر جلد ہی استاد نے اپنے کلام کا سکہ سب کے دل پر بٹھا دیا۔ کلام کی قبولیت اور شہرت ہوئی اور خوب ہوئی۔ بچے بچے کی زبان پر استاد کے اشعار جاری ہو گئے۔ حاکم، افسر، وکیل، بیرسٹر، پروفیسر، امیر و غریب غرض کہ چھوٹے بڑے نے استاد کے کلام کو ایک معجزہ تصور کیا۔

۱۰۔ حضرت اُستاد کے مشاعرہ گاہ میں قدم رکھتے ہی ہال دیوار قہقہہ بن جاتا لوگ خوشی سے بلیوں اچھلنے لگتے اور چھت شگاف نعروں اور بہجت خیز تالیوں سے استاد کا استقبال کیا جاتا۔ دوسرے شعراء کا کلام سننے کی کسی کو تاب نہ رہتی۔ استاد استاد کہہ کر صاحب صدر کو مجبور کیا جاتا کہ حضرت اُستاد کے کلام سے مشاعرہ کا افتتاح کیا جائے۔ حضرت استاد کے کھڑے ہوتے ہی ایک عالمِ محشر بپا ہو جاتا۔ آخر انہی قہقہوں کے شور میں حضرت استاد اپنا کلامِ معجز نظام پڑھنا شروع کرتے اور پہلے مصرع کے ختم ہونے سے قبل ہی اس کی داد حاضرین تالیاں بجانے، ہنس ہنس کر لوٹنے، اُچھلنے، کودنے اور ایک دوسرے پر بے طرح گرنے سے دیتے۔ حضرت استاد اتنا وقفہ ایک بُت سیمیں کی طرح خاموش تماشہ کرتے رہتے۔ الغرض ہر مصرع کے اختتام پر یہی نظارہ ہوتا۔

آخر کلام نے اپنا اثر دکھایا۔ جناب میاں احسان الحق صاحب سیشن جج۔ مسٹر سی کنگ ڈپٹی کمشنر دیگر افسران، وکلاء اور روسائے شہر کی موجودگی میں جناب میاں احسان الحق سیشن جج نے بی اے (بانی ادب) کی اعزازی ڈگری حضرت استاد کی خدمت میں پیش کی، جس کو جناب نے بصد احسان قبول فرمایا۔ علیٰ ہذا القیاس نازِ سخن ایم اے (موجد ادب) اور ایل ایل ڈی (لاثانی المعانی ڈگری) ملک الشعراء پی ایچ ڈی (فاضل ڈگری) ASS (افسر شعر و شاعری) اور USA (اُستاد شعراء عالم) کی ڈگریاں حضرت استاد کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ ان ڈگریوں کا حضرت اُستاد نے اپنے معجزانہ کلام میں بعض مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں۔

فوق پر چمکے گا اک دن قسمت اختر مرا
اس طرح گر اور بھی دو چار سنداں ہوگئیں

قسمت اختر کی دیدۂ زیب اضافت قابل ملاحظہ ہے اور۔

بزمِ سخن کا آج شکریہ ادا کرتا ہوں میں!
جس سے ڈگری بی اے ایم اے کی لیا کرتا ہوں میں

(لیا کرتا ہوں کا استمرا ملاحظہ ہو۔)

پھر فرماتے ہیں۔

شکر لاکھ اُن کا جنہوں نے ہے مجھ کو دیا لقب واخطاب ملک الشعراء کا
کبھی بی اے ایم اے سے پی ایچ ڈی ہوں کبھی نام پاتا ہوں فخر الشعراء کا

خصوصیاتِ کلام

حضرت اُستاد مدظلہ کے کلام کی چند خصوصیات یہ ہیں:۔

آپ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ شاعر کی مثال معمارِ شعر کی مکان اور اس کے الفاظ کی اینٹوں سے ہے۔ جس طرح معمار کو اینٹوں کے توڑے جوڑنے کا کلی اختیار ہوتا ہے، اسی طرح الفاظ کی جوڑ توڑ، قطع وبُرید، تقدم وتأخر، تذکیروتانیث، جمع وواحد کے متعلق شاعر مطلق العنان ہے۔ بلکہ جس طرح اینٹوں کے جوڑے توڑے بغیر مکان نہیں تعمیر ہوسکتا، اسی طرح الفاظ کو توڑنے کے بغیر شعر تیار نہیں کیا جاسکتا۔ یہی

ہے کہ استاد کے کلام میں اکثر الفاظ اور تراکیب کو بالکل نئی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(ا) تب تلک مجھ کو نہ مانا وہ کھلاڑی کھیل کا
جب تلک میری نہ تن سو ساٹھ رمزاں ہوگئیں

(۲) شب دیجوری میں بام پر سے انہیں بلایا جو گڑ گڑا کر
مثالِ کوئل آواز آئی کہ کچھ تو شرم و حیاء کیا کر

(۳) اُتر کے نیچے وہ شوخ چشماں غضب سے بولا یہ تھرتھرا کر
کبھی جو آئندہ ایسا کیا تو تن سے رکھ دوں گا سر جُدا کر

(۴) مجنوں نہیں رہا کہ میں لیلیٰ نہیں رہا
ناقہ نہیں رہا کہ میں محمل نہیں رہا

(۵) تم ہجو کرتے ہو پردے حجاب میں
اُستاد تم کو کہہ دیا دوست جناب میں

(۶) حضور انور کا کیسا میزبان ہے
نہ ماچس ہے چرٹ سگریٹ نہ پان ہے

(ب) تذکیروتانیث:۔

نہیں یہ وقت اب شرم و حیا کی — ہوا آئی ہے یورپ ایشیاء کی
گئی رونق وہ گیسو کا کلاکی — رہی موسم نہ اب زلفِ دوتا کی

کیسے کھلے گا باب وہ نصرت و فتح کا
جس جا پہ نام حیدر و صفدر نہیں آتی

(۳) گر گئے لات و منات و اور کسریٰ کے محل
جب شر والا کا دنیا میں ولادت ہوگیا
نسبت نبیؐ کے ساتھ کیا وقت شہنشاہ لے سکے
فرض سے عرش تک جن کا حکومت ہوگیا

(۴) نہیں دیکھا شکل جس نے کبھی شیر غضنفر کا

ج۔جمع وواحد:۔

ا۔ گل نہیں رہا کہ میں سنبل نہیں رہا
تیری طرح مگر میں عنا دل نہیں رہا

(۲) جب جنابِ مصطفیٰ کے دین کی آمد ہوئی
سابقہ ادیان ہر اک بے حقیقت ہوگیا!

(۳) سر بستہ راز گر کوئی خفیہ امور تھا
کھانا کسی حکیم سے شنگرف منور تھا
اسلام کی ہستی مٹاتے نہیں کسی وقت
تیر و تفنگ نیزۂ خنجر نہیں آتی
رفاقت کا نزاکت کا بیاں ہے اس لیے میرا زمانہ دوستاں ہے

مترادفات

استادؔ مترادفات کا بھی اُستاد ہے۔یعنی کلام میں تاکید پیدا کرنے کے لیے وہ مترادفات المعنی الفاظ بکثرت استعمال کرتا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) آؤ تو لگاؤ ساتھ سینے کے مگر لیکن
نہ پوچھو حالِ دل میرا حُسن خنجر کی پھٹی ہوں

(۲) ہے دُعا استادؔ کی اے یا خداوند کریم
جھولتا برطانیہ کا دل کا دائم پرچم چاہیے

(۳) گرگئے لات و منات و اور کسریٰ کے محل
جب شہ والا کا دنیا میں ولادت ہوگیا!
جوبگڑوگے مثل ہندوستانیوں کے تو ہمسر بنو گے بھی زندانیوں کے

(۵) توجہ آپ نے گر کی کبھی مثل مسیحا کے
تو اچھا پھر یہ ہوسکتا ہے سب جگر زخم میرا

(۶) خدا دے حوصلہ صبر و قناعت آپ لوگوں کو
بدرگاہِ خداوندی میں ہم فریاد کرتے ہیں
نسبت نبی کے ساتھ کیا وقت شہنشہ لے سکے
فرش سے تاعرش تک جن کا حکومت ہوگیا

ان اشعار میں واؤ کا اور کے ساتھ اور مگر کا لیکن کے ساتھ، اے کا یا کے ساتھ اتصال نیز مثلی مسیحا کے ''اور'' بدرگاہ میں کا استعمال عمداً نہیں بلکہ کلام کی روانی کے باعث خود بخود ہو گیا ہے لیکن مندرجہ ذیل اشعار میں مترادفات کا استعمال عمداً وضاحت اور تشریح کے خیال سے ہے۔

(۱) معانی کے خواستگار ہیں مطلق نہ ان کو اب
ٹھٹھا مخول و مسخری ہا سا کرے کوئی

(۲) علم و ادب کی جان شرافت کی روح ہیں وہ
کیوں ان کو جہل ، پاگل و سودا کرے کوئی

(۳) کس لیے تم رحم کرتے ہی نہیں اُستاد پر
بار ہا جب کورنش بندگی سلاماں ہوگئیں

(۴) لِللّٰہ خدا کے واسطے میرے لیے ان کو
شاعری کے علم و فن سے شناسا کرے کوئی

پہلا مصرع فصاحت کا مرقع ہے۔ ''لِللّٰہ'' بھی ''خدا کے واسطے'' بھی پھر ''میرے لیے بھی'' ملاحظہ فرمائیں کہ کس قدر لجاجت ہے۔

(۵) ہوا کیا جو نہیں آئے بہشتی ماشکی لاری
فلک چھڑکاؤ کردے تو گلاب عطر و لونڈر کا

سر بستہ راز گر کوئی خفیہ امور تھا   کھانا کسی حکیم سے شنگرف منور تھا

(۷) یہ جان جاناں سے کہہ رہا ہوں سبق رقیبوں سے مت پڑھا کر
اندیشہ خطرہ ہے خوف دل کو کہ لے نہ جائیں تمہیں اڑا کر

دنیا میں کوئی بادشاہ ہم نے ایسا نہیں دیکھا جیسا کہ جرمن!
بالکل نالائق، پاگل، بے وقوف، احمق، دیوانہ اور واہیات

اگر بشر سمجھے تو اس جگ میں اس کو   بہشت بریں اور جنت ہیں آنکھیں

اُستاد کے کلام میں تاریخیں

پہلے شعراء کے کلام میں بے شک تاریخیں بھی ہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ حروف ابجد کے حساب سے نکالی جاتی ہیں۔ تاریخ نکالنے کے لیے جمع و تفریق کے قواعد کے مطابق محنت کے ساتھ حساب لگانا پڑتا ہے۔ پھر اس قدر کدوکاوش کے بعد سن و سال تو معلوم ہو جاتا ہے لیکن مہینہ، تاریخ اور دن پھر بھی معلوم نہیں ہوسکتا۔ لیکن اُستاد کے کلام سے یہ تمام نقائص قطعی طور پر دُور ہیں۔ کیونکہ اُستاد نے جو نیا رنگ تاریخ نکالنے کا ایجاد کیا ہے، وہ جہاں بالکل قریب الفہم ہے وہاں مکمل بھی ہے مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

زلزلہ کوئٹہ کی تاریخ یوں بیان فرماتے ہیں۔

تھا اُنّی سو پنیتی مہینہ مئی کا
اکتی تریخ تن بجے شب گئی کا

سر سکندر وزیر اعظم پنجاب کی وفات کی تاریخ ملاحظہ ہو۔

سن بتالی ماہ دسمبر کی ستائی یاد ہو

ہوگیا اُستاد تیرا خاص کر مرثیہ خواں

نواب سر فضل علی مرحوم کی تاریخ وفات یوں نکالتے ہیں۔

سن بتالی تیس اکتوبر جمعہ کے روز کو

آئی ہونی لے گئی آہ قفس تن کر روح نکالی

ڈاکٹر سر محمد اقبال کی تاریخ وفات بیان فرماتے ہیں:۔

اُنی سو اٹھتی کو کیا دیکھتے ہیں مرگِ اقبال موت و قضا دیکھتے ہیں

اُستاد صاحب کے ایل۔ایل۔ڈی ہونے کی تاریخ ملاحظہ ہو۔

سن اُنّی سو تیس کا دن یکم اپریل ہے

یاد رکھنا تیراں سو اٹھتالی ہے ہجری ملی

ایک حاسد کو یوں مخاطب فرماتے ہیں۔

پندرہ اپریل سن اکتیس جو تم نے ہجو پڑھی تھی

اس کے جواب میں ہے میری طرف سے یہ میٹھا گندوڑا احمد حسین

(۲) شاعر کا سب سے بڑا کام زبان کو تقویت دینا ہے۔ چنانچہ مر
غالب، داغ، میر، امیر اور دیگر شعرا نے زبان اُردو میں کئی نئے الفاظ ا
جدید تراکیب ایزاد کر کے اُردو کو اپنا رہین منت بنایا بعینہ اسی طرح حضر

اُستاد نے بہت سے بالکل نئے الفاظ اُردو میں شامل کیے ہیں۔ چند مثالیں
ملاحظہ ہوں۔

بدل کر قافیہ کر دوں میں شکر یہ سیشن جج کا

جنہوں کے دم قدم سے ہے مشاعرہ بجا بجکا

۱۔ طفیل آنجناب والا غنیمت ہے وقت آج کا

ابر ٹھہرے رہو قدرے نہ غوغاپا تو گڑگج کا

دیگر سکول و کالج و مدرسے دیکھے اک معرکہ بنا ہوا جنگ وجدل کا

پنولین اعظم سے بھی سکتا میں ہر نہیں وہ کون سا میدان ہے ہوتا جو سر نہیں

(۴) اک لفظ کہنے سے دل کا راز پاجاتے ہیں وہ

کس قدر ہیں تیز یوں پر آج سمجھاں ہوگئیں

(۵) چمڑا اڑا کے رکھ دوں گا ہنٹر سخن سے میں

گو ان کو کس قدر ہی جا تکڑا کرے کوئی

معافی کے خواستگار ہیں مطلق نہ ان کو اب

ٹھٹھا مخول و مسخری، ہاسا کرے کوئی

ا کھولو کمشنری کا دروازہ جناب بھی کنڈا ہے لاکھ بار کھڑکا یا کشمیریاں

پھر فرماتے ہیں۔

ہٹلر کا والد یا ماں سپ رہا ہے خلف جن کا ناخلف یوں ٹپ رہا ہے
ہے افسوس خلق خدا کپ رہا ہے نہ کوئی روکتا نہ اسے نپ رہا ہے
بچا کوئی لاشیں اٹھانے نہ جوگا قبر کھود کر کے دبانے نہ جوگا
ماضی کی حالت سنانے نہ جوگا چشم نیر آنسو بہانے نہ جوگا

(۸) رنج و مصیبت میں وہ پھس گئے تھے
عزیزوں کو چھوڑے ہوئے نس گئے تھے

نوٹ: جوگا (پنجابی) بمعنی والا۔ نیر آنسو۔ نس (پنجابی) بمعنی بھاگ ہے۔

(۹) یہ مطلع رہے زید ، خالد ، عمر کو
کچل ڈالور کمل کے ہٹلر کے سرکو

ڈاکٹر سر محمد اقبال کی مدح میں فرماتے ہیں۔

کسی شخص نے امام اعظم اور کہ حنبل کا مسئلہ چھیڑا ہوا تھا
لیکن آپ جواب بھی دے رہے تھے اور حقہ بھی پیتے تھے نال

(۱۱) نہ تو اٹھے ہیں کبھی، نہ اٹھیں گے حشر تک
جو کہ عالم میں ہیں فتنے مرے قلوم سے
وہ پری پیکر آئی تھی تو واپس اُلٹی
ہائے رخسار نہ اُس کے مری چوم سے

(حسرت ملاحظہ ہو۔ اسی مضمون کو ایک اور جگہ بھی بیان فرمایا ہے۔)

(۱۲) آئے بھی وہ لیکن نہ منے اس کی نسبت
حالانکہ تمام شب میں نے لیں اُن کی بلائیں ساری

(۱۳) نصیر کی آمد ہے کہ رحمت ہے خدا دی
اب ہم کو ضرورت نہیں کچھ ظلِ ہما دی

(۱۴) ہمارا ہو حجاموں پر گلہ کی
شکایت اس میں قینچی اُسترا کی

کانگریس کو قتل وغارت کی تفصیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

(۱۵) کہیں تار توڑا تو کھمبا گرایا
کہیں لائن گاڑی کا پوٹا پوٹایا

(۱۶) براتی بنوں سب بیاہ ہو رہا ہے
جرمن جاپان اور اٹلی کی دھی کا

(۱۷) شب دیجوری میں بام پر سے انہیں بلایا جو گڑگڑا کر
مثال کوئل آواز آئی کہ کچھ تو شرم و حیا کیا کر

جب ایک حاسد نے شب دیجوری کی نوزائیدہ ترکیب پر اعتراض کیا تو اس کا جواب اُستاد صاحب نے مندرجہ ذیل پنجابی اشعار میں دیا:۔

الف آئیے جناب من بیٹھ ویکھو کِکن تمسخر اڈان ہوندا
نہ سوال دا جب تک جواب پائیے نہیں دل نوں کدی اطمینان ہوندا

شب دیجور، دیجوری انج بنیاں جکن فدا فدوی فدویان ہوندا
نہ توں کدی بھی اے اعتراض کردوں تدھ سمجھ گردوں گردان ہوندا
مدِّنظر ملحوظ ہے خاص تیرا ورنہ دیکھ دا جگ جہان ہوندا
بھندا منہ مضمون دا مار لپٹر بھاویں چین دا کوئی نکتہ دان ہوندا
کدمیں شعر پنجابی پسند کرداجے میں پاس لنڈن انگلستان ہوندا
اِٹ مِٹ بولدا لیٹ می گو کہندا سپرنٹنڈنٹ پولیس کپتان ہوندا
عہدہ پاندا ڈپٹی کمشنری دا کدھرے سیکرٹری یا مثلخوان ہوندا
سب اسٹربرسٹر ماتحت رہندے عزت آبرو فخر گمان ہوندا

علیٰ ہذا القیاس صدہا مثالیں ایسی ہیں جن کو بطور مشق میں ناظرین والاکرام کے لیے چھوڑتا ہوں۔ حضرت اُستاد کی ایک تشبیہ بغرض طراوتِ دماغ لکھ دیتا ہوں۔ مسلم مڈل سکول کی مدح کرتے ہوئے، اُس کے ہیڈ ماسٹر کے متعلق فرماتے ہیں۔

دنیا میں ہیڈ ماسٹر دیکھے ہزار ایک
عبد الحفیظ ہے کان برخشاں کے مول کا
مثل بنگال بنک ہے ان کا دل و دماغ کا
فائدہ اٹھاؤ علم کی دولت حصول کا

استاد کے کلام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ استاد نے گل وبلبل، شمع و پروانہ، مجنوں ولیلیٰ اوراس قسم کے دیگر مضامین کومبتذل قرار دے کر کلی طور پر ترک کردیا ہے اوران کی بجائے روزمرہ کے مضامین کو عام فہم زبان میں پیش کیا ہے جیسا کہ خود فرماتے ہیں۔

زمانہ کے متعلق جو چلے گا
وہی اُستاد اچھا سخندان ہے
کرتے ہیں شعر اور بھی استاد نامور
لیکن جدید رنگ میں ہم سا نہیں کرتے
جو زمانہ پیش آئے اُس پہ رکھتا ہوں نگاہ
نہیں بلبلوں کا تذکرہ گل کا گلہ کرتا ہوں میں

چنانچہ

مریم کرے کوئی کہ یا عیسیٰ کرے کوئی
فرعون کرے کوئی کہ یا موسیٰ کرے کوئی

والی معرکتہ الآرا اور مشہور نظم بعنوان موٹر سائیکل ہوائی جہاز اس کی بہترین مثال ہے۔

۱۴۔ باقی شعرا نے بیشک صحیفہ قدرت کی ورق گردانی کی ہے اور

مناظرِ قدرت دکھانے میں زورِ قلم صرف کیا ہے لیکن ہمارے استاد کی
خصوصیت یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو بذاتِ خاص قدرت کی ہر چیز میں
تبدیل کرے خود اس کے متحمل ہوئے ہیں۔ جیسا کہ ''اُستاد امام الدین دنیا
کے ہر لباس میں'' والی نظم سے ظاہر ہے۔ جس کے چند اشعار یہ ہیں۔ ؎

گل نہیں رہا کہ میں سنبل نہیں رہا — تیری طرح مگر میں عنا دل نہیں رہا
کیوڑہ نہیں رہا کہ میں صندل نہیں رہا — روغن نہیں رہا کہ میں جائفل نہیں رہا
زیرہ نہیں رہا کہ میں فلفل نہیں رہا — گوٹہ نہیں رہا کہ میں نریل نہیں رہا

۱۵۔ اُستاد کے کلام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ قافی کی بندش کے
وقت استاد اس کے جواز یا عدم جواز سے قطع نظر کر کے سب سے زیادہ توجہ
قافیہ کی طرف دیتا ہے۔ اسی وجہ سے اشعار میں ایک خاص ترنم پیدا ہو
جاتا ہے۔ جیسا کہ ؎

پیو گے آبِ زم زم برسے گا نور چھم چھم
کلمہ پڑھو گے دم دم

(۲) سابقہ مداح ہوں میں بھی خاص مسٹر کنگ کا
سادگی ہے اس لیے واقف نہیں ہوں ڈنگ کا

۱۶۔ ایک اور سادگی استاد کے کلام میں، (جیسا کہ اُوپر بیان ہو چ
ے) عروض کا خاص اہتمام ہے۔ چنانچہ استاد کے کلام میں وزن کا خو

خیال رکھا گیا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ دو مئی ۱۹۲۸ء کے مشاعرہ
میں۔ ع

آ گئیں جور و جفا کی تمہیں راہیں کیونکر؟

کے مصرع طرح پر کسی شاعر کی نظم کا وزن صحیح نہ تھا۔ مگر باوجود اس کے کہ بحر
ناپیدا کنار ہونے کی وجہ سے سخت مشکل تھا۔ حضرت استاد نے جو نظم کہی فی
الواقع عروض کی پابندی کا مجسم نمونہ تھی۔ مثال ملاحظہ ہو۔ ؎

تیری بندگی کے لیے مسجد میں قدم کو ٹکائیں کیونکر؟
غوغا باجوں سے سُن سکتے ہیں بانگوں کی صدائیں کیونکر؟
اگر ایسی ہی رہی استاد تو ہوں گی، نبھائیں کیونکر؟
پھر تیرے نام کی شان و شوکت کو بڑھائیں کیونکر؟

یہی نہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اُستاد کی شاعری نے علمِ عروض میں بعض
بحور کا قابل قدر اضافہ کیا ہے۔ اس ضمن میں محمد حسن شوق باغبان گجراتی،
گاندھی کا شطرنج حامد مختار صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس اور گجرات میں ہوائی
اڈہ، ٹاؤن ہال گجرات اور کھانڈ، ٹیونیشیا کی فتوحات، یوم اقبال، مشاعرہ اور
گڑ بڑیشن اور ملک برکت علی صاحب نائب تحصیلدار کے عنوانات کے نیچے
جو نظمیں درج ہیں، قابل ملاحظہ ہیں۔ ان نظموں نے اُردو شاعری میں ایک

نئے باب کا اضافہ کر دیا ہے۔ بلکہ یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ استاد نے قدیم اور جدید شاعری کے کبھی نہ مل سکنے والے سمندروں کو اپنے کمالِ فن سے باہم ملا کر دکھا دیا ہے۔ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

۱۷۔ غرض کہ کہاں تک بیان کیا جائے، استاد کا کلام سرتاپا معجزہ ہے۔ نیز اس کے سمجھنے اور داد دینے کے لیے بذاتِ خود ایک قابلیت اور لیاقت کی ضرورت ہے، جو یہاں مفقود ہے (یا اب مفقود ہو گئی ہے)

۱۸۔ استاد اور اُس کے حاسدوں کا بیان ایک مستقل مضمون ہے۔ تاہم یہاں اس کا اشارۃً بیان کرنا میرا فرض منصبی ہے۔ دنیا میں آج تک کوئی جوہر قابل نظرِ حسد سے نہیں بچ سکا۔ جس شخص نے بھی بامِ ترقی پر قدم رکھا، حساد کی نکتہ چینی نے اُس کے لیے فضائے شہرت مکدر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ضرور تھا کہ استاد کو بھی اس مذموموم فرقہ سے واسطہ پڑتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جونہی کہ اُستاد کا کلام مقبولِ عام ہوا، حاسدوں نے اس کے خلاف پراپیگنڈا کرنا شروع کیا۔ کبھی کہا جاتا استاد (نعوذ باللہ) بیوقوف ہے (خاکش بدہن) لغو گو ہے۔ شاعر نہیں بلکہ ماعر ہے۔ یہاں تک کہ حاسدوں نے حسد کی آگ میں جل کر استاد کی ڈگریوں کا بھی غلط خود ساختہ اور گمراہ کن ترجمہ کر کے اپنے بغض کا مظاہرہ کیا۔ چنانچہ بی اے کو بے عقل، ایم

اے کو محض احمق اور ایل ایل ڈی کو لایعنی ولا معنی ڈگری کہہ کہ اُن لوگوں نے اپنی کم مائیگی کا ثبوت دیا۔ مگر اُستاد نے اپنے قلم کی ایک ہی جنبش سے حساد کی دھجیاں اڑا دیں۔ چنانچہ اس موضوع پر متعدد نظمیں اور اشعار آپ کو دیوان میں ملے گے۔ ان میں سے چند یہاں نقل کرتا ہوں۔ ؎

(ا) کیا گل کھلا سکوں گا میں حاسد کے باب میں
اللہ کرے کہ غرق ہو ستلج چناب میں

(۲) لگا لے زور جیسے جس قدر چاہئے تو اے حاسد
میری سخن ولائیت کو تر ہرگز کھو نہیں سکتا

(اضافت مقلوب ملاحظہ ہو)

(۳) شعر و سخن کی تیغ سے بھاگے سبھی حریف
کس کس کو ہم میدان سے پسپا نہیں کرتے

صاحب صدر کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ ؎

حاسد مرے اٹھاتے ہیں کیا کیا شرر شرر نہیں
عبرت انہیں کرتے کیوں صاحب صدر نہیں

انجام کار حاسدوں کا حسد یہاں تک پہنچا کہ مقدمہ بازی کی نوبت

آئی۔ چنانچہ بانگِ ہل کے پہلے ایڈیشن کی اشاعت کے معاً بعد محمد حسین
شوق باغبان گجراتی کی نظم کی بنا پر اس نظم کے مخاطب کی طرف سے ازالہ
حیثیت عرفی کا ایک فوجداری مقدمہ قاضی رحمت اللہ صاحب مجسٹریٹ
گجرات کی عدالت میں اُستاد صاحب کے خلاف دائر کیا گیا۔ یہ مقدمہ اپنی
تفصیلات اور نشیب و فراز کے لحاظ سے نہایت دلچسپ تھا۔ جس میں انجام
کار محض خدا کے فضل سے اُستاد صاحب باعزت بری ہوئے اور حساد کو ایک
دفعہ اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ پھر فرماتے ہیں۔

پاگل نہیں تو احمق ضرور ہے نے جو کلام سمجھن بغویات ساڈی
سانبھے اینہاں نوں پروردگار سچا جو جو وچہ پھر دے قتل گھاٹ ساڈی

اور اُستاد کا یہ کہنا ہے بھی بالکل درست۔ کیونکہ کلام کی لغویت یا عدم
لغویت کا انحصار تو صاحب کلام کی نیت پر ہے۔ اِنَّمَا الاَعمَال بالنّیات
پس اگر ایک شاعر اپنے کلام کو بہترین کلام تصور کرتے ہوئے دنیا کے سامنے
پیش کرے (قطع نظر اس کے کہ وہ کلام فی الحقیقت کیسا ہی برا کیوں نہ ہو)
اس کو لغو قرار دینے والا خود قابل مواخذہ ہوگا۔ کیونکہ اُس نے براہِ راست
شاعر کی نیت پر حملہ کیا۔ پس اُستاد کے کلام پر مخالفانہ تنقید کرنے سے قبل خود
اُستاد کی اپنے کلام کے متعلق رائے معلوم کرنی چاہیئے۔

و جیسا کہ اُستاد کے اس شعر سے ظاہر ہے۔

کرتے ہیں شعر اور بھی اُستاد نامور
لیکن جدید رنگ میں ہم سا نہیں کرتے

اُستاد اپنے کلام کو دوسرے شعرا کے کلام سے بالا، ارفع اور اعلیٰ
ضور کرتا ہے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

حکمت ویکھ میری آشا گرد بینھدا دنیا وچہ جے کدی لقمان ہوندا
لی چیز سقراط بقراط گذرے افلاطون جیسا قدردان ہوندا

۱۹۔ غالبؔ کی شاعری کا اُستاد قائل ہے جیسا کہ غالبؔ کو مخاطب
کر کے فرمایا ہے۔

شہرہ مشکل ہے آپ سا اُستاد
لاکھ بانگِ دہل یا بانگ درا کرے کوئی

اقبالؔ کو اُستاد اپنا حریف سمجھتا ہے مگر حفیظ کو شاعر تسلیم نہیں کرتا۔
ہی وجہ ہے کہ حفیظ کے سلام کے مقابلہ میں اس سے نہایت ہی اعلیٰ اور
ہتر صورت میں ''اُستاد امام الدین کا سلام'' حضرت اُستاد نے پیش کیا
ہے۔ پس اُستاد کے متعلق لغو گو کا لفظ استعمال کرنا ایک ناقابلِ برداشت

گستاخی ہے۔

۲۰۔ دنیا میں آج تک جتنی قابل قدر ہستیاں گزری ہیں، انہوں نے باوجود کسب کمال کے دنیاوی لحاظ سے کامیاب زندگیاں نہیں گزاریں۔ یہی حال اُستاد کا ہے۔ اُستاد باوجود ایک عدیم المثال سخنور ہونے کے گجرات میونسپل کمیٹی میں محصول چونگی پر منشی رہا ہے۔ جیسا کہ خود ایک جگہ فرمایا ہے۔

مجھے ٹیچر نہ سمجھو تم کسی اسکول و کالج کا
تخلص ہم جناب والا فقط استاد کرتے ہیں

پھر فرماتے ہیں۔

افسر کسی عدالت کا سمجھو نہ تم مجھے
اُستاد ایک منشی ہے، چنگی محصول کا

جس وقت بانگِ دہل کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا، اُستاد ہنوز اسی عہ
پر فائز تھا اور موٹر سائیکل ہوائی جہاز والی نظم کا ضمیمہ اور نظم بعنوان ''ا
ماتحت'' کی جنگ اور یہ شہرہ آفاق شعر بھی اسی زمانہ کی یادگار ہیں۔

ہو سکے اُستاد انسپکٹر چونگی
کوئی صورت نظر نہیں آتی

میونسپل کمیٹی گجرات کی ۲۸ سالہ ملازمت کے تاثرات اُستاد نے
رجہ ذیل اشعار میں درج کیے ہیں۔

اڑھائی سال دیکھتا رہا ہوں کمیٹی کی حالت
کہ تین پائی کے غبن پر لگتا یاراں گنا تھا
نی گیارہ گنا تاوان)

میں بوجہ خود داری ہر چیز تیار رکھتا ہے
لیکن بعض محرران کے پاس نہ لحاف نہ بچھونا تھا
اب کمیٹی کے پاس کچھ بھی نہیں مگر جب میں تھا
پونڈ، نوٹ اور کہ چاندی و سونا تھا

کمیٹی کی ملازمت سے ریٹائر ہو کر اُستاد نے سوختنی لکڑی کی
وخت کا کام شروع کیا۔ جیسا کہ مندرجہ بالا نظم کے مقطع میں فرماتے ہیں۔

ڈالو اب ٹال جلالپوری دروازے کے باہر استاد
ہوگیا جو کچھ کہ تمہارے مقدر میں ہونا تھا

ز مندرجہ ذیل شعر بھی اُسی دور کا ہے۔

رب العزت کی خدمت میں دُعا اُستاد کرتا ہے
کہ لکڑی کی فروخت کا دیا ادھار آجائے

لیکن شومئ قسمت نے یہ کام بھی چنداں سازگار نہ آیا اور انجا
کار اسے بھی ترک کر دیا گیا۔ آج کل جب کہ بانگِ دہل کا دوسرا ایڈیش
شائع ہو رہا ہے، اُستاد آرام کر رہا ہے۔ لیکن اب سرمہ اور دانت منجن
فروخت کا کام شروع کرنے کا ارادہ ہے۔ چنانچہ نئے مجموعہ میں "آنکھ
اور منجن کی نظمیں اسی آنے والے دور کا پیش خیمہ یا حفظِ ماتقدم ہیں۔ ا
طرح اُستاد اہلی زندگی سے بھی محروم ہے۔ ۱۹۱۲ء میں زوجہ محترمہ کا انتقا
ہوا تھا۔ لیکن باوجود صحت و توانائی کے آپ نے نکاح ثانی نہیں کیا۔ ج
کہ خود فرماتے ہیں۔

نہ کیا ثانی نکاح ہی خود پسندی کے سبب
اس غرض کے واسطے کئی غرض منداں ہو گئے
نہ عیال نہ اطفال نہ دوست و احباب
پس تمہاری ذات کے سوا میرا آسرا کیا ہے

۱۲۔ اُستاد اور اشٹام

اُستاد اپنے روزمرہ کے کاروبار میں زبانی عہد و پیمان بلکہ سادہ کا
پر لکھی ہوئی تحریر کو بھی قابل اعتماد نہیں سمجھتا جب تک اشٹام کے کاغذ پر باقا
تحریر تکمیل نہ ہو۔ جیسا کہ فرماتے ہیں۔

اس ماہ جبیں کے حسن کی تمہیں ڈگری ملی تو کس طرح
جب تیرے پاس مجتبیٰ نہ وثیقہ ہے نہ اشٹام ہے
شہادت پر ان اشخاص کی ہم فیصلہ دیں گے
جن کے پاس کوئی اشٹام اور بیچک ہے نہ بل ہے

اُستاد اب ٹھہرے نہ روک و تھام سے
گر تسلا بھی کرو اشٹام سے

۲۲۔ اُستاد صاحب کی جنگی خدمات

بانگِ دہل کے دوسرے حصے میں اُستاد کا جو تازہ کلام درج ہے، اس کا اکثر حصہ موجود عالمگیر جنگ سے متعلق ہے۔ "ہٹلر اور اُس کا ظلم، ہٹلر کا سر کچلو، اقبال برطانیہ، اُستاد امام الدین چرچل کے لباس میں، تھوڑا سا اور صبر دل بیقرار کر، بربریت اور صبر و تحمل، ظلم کی بم باری، بلیک آؤٹ، ٹیونیشیا کی فتوحات، اُستاد امام الدین فوجی لباس میں، جاپان شیطان اور اس کا غرور و تکبر" وغیرہ نظمیں سب برطانیہ اور اُس کے اتحادیوں کی مدح اور محوریوں کے خلاف کہی گئی ہیں۔ اُستاد صاحب ۱۹۴۰ء سے لے کر تا ایں دم حکومت کی جنگی جدوجہد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ مختلف مواقع پر بڑے

بڑے اجتماعات میں استاد صاحب نے اپنی رزمیات پڑھ پڑھ کر حکومت کے حق میں پروپیگنڈہ کیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہو۔

منظور یہ دُعا مری پروردگار کر
اٹلی جاپان جرمنی اندر مزار کر
براتی ہوں جب بیاہ ہو رہا ہے
جرمنی جاپان اور اٹلی کی دھی کا

جرمن جاپان اٹلی کو چاہتا ہے ، دل اُستاد
نکلے ہوئے جدھر سے ہیں اودھر کو واڑ دوں
نیند آیا نکل جدھر سے داخل وہیں کریں گے
کہتے ہیں قسم کھا کے حدیث و قرآں سے ہم

غرض کہ اُستاد ہٹلر اور اُس کے ہمزادوں کا دشمن ہے بلکہ وہ ہٹلر اور اس کے ہمزادوں کی نسبت (خواہ وہ کہیں ہوں) کہتا ہے۔

ہٹلر کا والد یا ماں سپ رہا ہے
خلف جن کا ناخلف یوں ٹپ رہا ہے
ہے افسوس خلقِ خدا کپ رہا ہے
نہ کوئی روکتا نہ اُسے نپ رہا ہے

لیکن ابھی تک استاد کی ہٹلر کے بعض ہمزادوں اور ہمدردوں کی سہل انگاری یا ریشہ دوانی کے باعث قدردانی نہیں ہوئی۔ جیسا کہ استاد خود کہتا ہے۔

چالی ساگ گذرے ہیں میدانِ شعر میں مجھ کو
مگر اب تک نہیں پہنچا بلندی پر قدم میرا
ہزاروں سُن چلے افسر قصیدے غزل کو پھر بھی
کسی کو نہیں محسوس ہوتا ہے دُکھ درد الم میرا

امید ہے کہ بانگِ دہل کے آئندہ ایڈیشن کے شاعء ہونے پر تلافی مافات کی جائے گی۔

مختصر یہ کہ استاد ایک فقید المثال ہستی ہے اور اس کا وجود خصوصاً گجرات کی پبلک کے لیے سامانِ فرحت ہے۔ اُستاد کی شاعری نے شہر میں ایک ادبی مذاق پیدا کر دیا ہے اور شاعری کی طرف طباع کا رجحان بڑھ رہا ہے۔

اُردو شاعری مین حضرت اُستاد کے ساتھ تشبیہ دینے کے لیے غالب کے ہم عصر جناب میر صاحب [1] کے سوا اور کوئی ہستی نہیں پاتا۔ گو زمانہ کی گردش نے جناب میر صاحب کے کلام کو صفحہ دنیا پر زیادہ دیر تک قائم نہ رہنے

[1] میر صاحب کے متعلق بالتفصیل دیکھو رسالہ اُردو بابت مارچ ۱۹۳۸ء میر تقی مراد نہیں ہیں۔ (خادم)

دیا۔ اور اب سوائے ادبی مذاق والوں کے آپ کے نام سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ بہت کم لوگ واقف ہیں۔ مگر پھر بھی اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے شاعری میں ایک کمال پیدا کیا تھا، جس کا اعتراف غالب جیسی ہستیوں کو بھی کرنا پڑا۔

پس کیا ہی خوش قسمت ہے یہ زمانہ اور کس قدر مستحق افتخار ہے گجرات، جس میں اُردو شاعر کے دوسرے میر صاحب پیدا ہوئے۔ میں اتنا لکھ چکا تھا کہ دفعتہً میری نظر اُستاد کے مندرجہ ذیل مصرع پر پڑی، جس نے مجھے محوِ حیرت کر دیا ہے۔

ہیچ پوچ کی ہمسری کرن دعویٰ اعلیٰ خاندانی میر ذات ساڈی

اب اس بات کا فیصلہ میں ناظرین پر چھوڑتا ہوں کہ جناب اُستاد کے اس کلام کو الہامی سمجھا جائے یا غیر الہامی.........!

احقر

ملک عبدالرحمٰن خادم

پلیڈر۔ گجرات

۲۱۔ اپریل ۱۹۴۴ء

کچھ دوسرے ایڈیشن کے متعلق

۱۹۳۲ء میں بانگ دہل کے پہلے ایڈیشن کی اشاعت پر اس کی قبولیت وشہرت کا یہ عالم ہوا کہ تمام نسخے ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئے۔ ایک ہزار ہی تو کاپی تھی، کس کس کے ہاتھ لگتی۔ جوں جوں پھیلتی گئی، اپنی خوشبو بھی پھیلاتی گئی۔ بالآخر ہندوستان کے دُور افتادہ علاقوں یوپی، سی پی، حیدر آباد دکن، کلکتہ بلکہ انگلستان تک سے اس کی مانگ ہوئی تو کتاب ختم ہو گئی تھی۔ ایک نسخہ بھی قابل فروخت نہ تھا۔ مشتاقانِ بانگ دہل اور مداحین استاد کی طرف سے تقاضے پر تقاضا ہو رہا تھا کہ دوسرا ایڈیشن جلد طبع کرایا جائے۔ مگر حالات کی نامساعدت کے باعث یہ خواہش جلد پوری نہ کی جا سکی۔ لیکن باوجود جنگ کے باعث کاغذ کی نایابی اور ہر چیز کی گرانی کے اہل ذوق حضرات خصوصاً جناب خان بہادر ایس ایم حق صاحب سیشن جج سیالکوٹ اور جناب چوہدری محمد اسلم صاحب پی سی ایس اور جناب پی این بنوٹ صاحب مجسٹریٹ درجہ اوّل گجرات کی فرمائش یہی تھی کہ جس طرح بھی ہو بانگ دہل کا دوسرا ایڈیشن جدید کلام کے اضافہ کے ساتھ جلد سے جلد شائع کیا جائے۔ خوش قسمتی سے میسرز اُردو ہاؤس تاجرانِ کتب گجرات کے نوجوان اور زندہ دل مینجر صاحب نے تمام حقیقی اور واقعی مشکلات سے قطع نظر

کرتے ہوئے اس کام کی تکمیل کا بیڑا اٹھالیا۔ چنانچہ ان کی کوشش کے
میں یہ ایڈیشن آپ کے سامنے آرہا ہے۔

پہلے حصے میں اُستاد صاحب کا سابقہ کلام اور دوسرے حص
۱۹۳۲ء کے بعد کا کلام درج ہے۔

جنگ سے پیش آمدہ مشکلات کے باعث کاغذ اور کتابت
معیار کے مطابق نہیں۔

اور اگرچہ یہ درست ہے کہ اُستاد کا کلام اپنی ذاتی خوبیو
باعث ظاہری تزئین سے مستغنی ہے تاہم ارادہ ہے کہ جنگ کے بع
ایڈیشن نہایت شاندار طور پر شائع کیا جائے۔

بانگِ دہل کے نایاب ہوجانے کے باعث بہت سے نقالو
بعض خودساختہ اشعار اور نظمیں اُستاد صاحب کے نام سے مشہور ک
حالانکہ جب اصل میں خدا کے فضل سے کوئی کمی نہیں، تو پھر ہماری سمج
نہیں آتا کہ اُستاد صاحب کے رنگ میں اپنے پاس سے اشعار گھڑ
ضرورت ہی کیا ہے۔ بہرحال قبل ازیں اصل اور نقل میں فرق کر
لیے عوام کے سامنے مشکل یہ تھی کہ بانگِ دہل نایاب تھی۔ اب اس ا
کی اشاعت سے یہ تمیز بآسانی ہوسکے گی۔

اس مجموعہ میں جابجا حواشی کے ذریعہ بعض جدید الفاظ وتراکیب کی
تشریح کردی گئی ہے تاکہ یو پی۔ سی پی اور حیدرآباد (دکن) کے احباب
اُستاد کے کلام کو کماحقہٗ سمجھنے اور اس سے لطف اندوز ہونے سے محروم نہ
رہیں۔ والسلام!

احقر
ملک عبدالرحمٰن خادم
پلیڈر۔ گجرات

۲۱ اپریل ۱۹۴۴ء

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۵

اُستاد امام دین کا سلام بحضور سرورؐ دو عالم سرورِ اکرم [۱]

عرش بریں فلک پر شمس و قمر جھلک پر
رخشاں نجم تمہارا
اس بابِ انبیاء پر ہوا تمہے[۲] بلارا
کیا سرفراز ہم کو
اس بے نیاز ہم کو
اک میں ناچیز ہستی وہ باتمیز ہستی
اوج و بلند و پستی
اس کا گزر نیارا
وہ رحمتوں کے حامی عالم کا ہیں سہارا
میرے نصیب جاگے
گردش ایام بھاگے
اُس ۔۔ پاک آستانے حاجی لگے ہیں جانے

۱ اکرم نقل مطابق اصل ۲ یعنی تمہیں

اے میرے دوستانے
فقطا[۱] اک پیام میرا لے جا سلام میرا
یہ میرا آہ و نالہ تم نے جو دیکھا بھالہ
دنیا یہ سب حوالے
بعد از آداب لاکھوں خدمت[۲] جناب والا
اسرار[۳] کچھ نہ کرنا
قدموں پر سر کو دھرنا
جنہوں نے راز دانی توحید کی پچھانی[۴]
زمین سے آسماں تک
جن کی ہے حکمرانی
آمد و رفت[۵] کے چرچے جن کے ہیں لامکانی
سمجھیں کمال اُن کے
درس اعمال اُن کے
وہ سب کا راہنما ہے باطن میں دیکھتا ہے
آئینہ دل صفا ہے

۱ ضرورتِ شعری سے قاف کو ساکن کیا گیا ۲ یعنی بخدمت ۳ یعنی اصرار فعل ہیں ۴ یعنی پہچانی ۵ ضرورت شاعری سے ف کو متحرک کیا گیا۔

ہادی امام میرا لے جا سلام م

سن کے میری گذارش کرنی میری سفار

اس بارگاہِ حق میں!

بس آرزو یہی ہے جب تک ہے دم حلق

ایماں سلامتی۱ دہ!

باتیں کرامتی دہ!

غوث و قطب ولی ہو ہر رنگ میں جلی

جنت کی گل کلی ہو

عالم کی تاجداری

تیرے لیے خدا نے خاصانِ خاص او

پیدا ہوا کبھی نہ!

تم سا کوئی بنی نہ!

رہتا ہوں۲ پنج ششی میں حالت نزاع غشی

پڑتا نہیں خوشی میں

مطلق یہ گام میرا لے جا سلام

---

۱ نقل مطابق اصل "دے" مراد ہے۔ ۲ پنج ششی دراصل شش و پنج کی شدہ صورت ہے کیونکہ بقول استاد گنتی میں پانچ کا پہاڑہ چھ سے پہلے آتا ہے۔

جانے بڑہائی۱ تیری

صورت شکل قمر کی حق نے بنائی تیری

اسلام کے بانی۲ ہو

رکھتے نہیں ثانی ہو

رفت کے اوج پر ہو قدرت کے راز سر ہو

کرتے جدھر نظر ہو!

پاتے اُدھر ظفر ہو!

سکندر تیری سلامی دارا تیری غلامی

منظور کرچکے ہیں!

در پر تیرے مدامی

یہ عرض و حال سارا میں نے ہے جو گذارا

بس اس قدر ہی یارا۳

سخن کلام میرا لے جا سلام میرا

ہُوئے گے آب زمزم برسے گا نور چھم چھم

کلمہ پڑھو گے دم دم

---

۱ بڑائی نقل مطابق اصل ۲ باعث روانی کلام تبدیل بحر واقع ہوئی۔

۳ خطاب

صلے علیؑ کا نعرہ کر دے گا دُور غم غم

کعبے طواف ہوگی

رُوح پاک صاف ہوگی

مرقد ابوبکرؓ پر پھر بعد ازاں عمرؓ پ

عثمانؓ، غنیؓ، حیدرؓ پر

ان کے نورِ نظر پر

پنج تن کے جس قدر ہوں اختر۱ یا ماہ بدر ہو

خالد کہ زید عمر ہوں

گذریں تیری جدھر ہوں

بس فاتحہ ختم پڑھ کوئی نثر نظم پڑ

یا اعظمؓ اسم پڑھ

لہلا۲ یہ کام میرا لے جا سلام

---

۱ اضافت مقلوب ہے ۲ لِلّٰہ

نورِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

محمدؐ کا قدم پڑتا جہاں ہے

جگہ ہوتی ہے وہی نور نشاں ہے

کبھی گھر میں کریں و ستار بندی

کبھی دیکھا تو دیکھا لامکاں ہے

نہیں کھلتی یہ اسرار حقیقت

خدا یہ ہے یا اُس کا راز داں ہے

گئے معراج کو حضرتؐ عرش پر

ہر ایک مسلم کا یہ محکم ایماں ہے

فلک پر یہ پڑا جو کہکشاں ہے

نبیؐ کی رفت۱ آمد کا نشاں ہے

پیمبرؐ کا جہاں پر آستاں ہے

زمیں کا اتنا ٹکڑہ آسماں ہے

بخشواناں روز محشر کو نبی جی

بجز تیرے۲ نہیں استاد کو فخر و گماں ہے

---

۱ آمدورفت کے محاورہ کی اصلاح شدہ صورت ہے۔ نیز شب معراج میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمدورفت کے بعد ہی واقع ہوئی تھی۔ ۲ یعنی بخشوایئے وزن ملاحظہ ہو۔ (خادم)

غازی مرد

کہاں ہے آہ اب، وہ مسلموں کی کار پردازی
مٹا دی تھی جہاں سے جس نے غیروں کی فسوں سازی

امیر و حاکم و شاہ و سپاہی صف شکن ہم تھے
مجاہد ور منصور و مظفر فاتح و غازی

ہمارا کام تھا، زہد و عبادت طاعت و تقویٰ
ہمارا شغل تھا، احسانِ حکمت علم پردازی

ہماری عقل کرتی تھی طلسم و سحر کو باطل
ہمارے کارناموں سے عیاں تھی شانِ اعجازی

وہ جرأت تھی وہ ہمت تھی وہ استقلال تھا ہم میں
مہماتِ زمانہ کو سمجھتے تھے، ہم اک بازی

کہاں اب وہ مساوات و اخوت وہ محبت ہے
کہاں وہ دوستی وہ ہم نشینی اور ہم رازی

بلندی اوج پر تھے جو کبھی وہ گر پڑے تھک کر
شکستہ بال و پر کو آج کل سوجھی ہے شہبازی

کہاں شاعر وہ اب اُستادؔ جو تلمیذ رحماں تھے
نظامیؔ حافظؔ و عطارؔ جامیؔ شیخ شیرازیؔ

مسیحا شفاخانہ نبی ﷺ میں

وہ چمکا ملتِ اسلام کا تارا محمدؐ سے
کہ پہنچا شرق سے تا غرب چمکارا محمدؐ سے

کوئی بھی اور رکھتا ہے یہ رتبہ ذاتِ باری میں
بھلا زیادہ خدا کو کون ہے پیارا محمدؐ سے

مسیحا بھی شفاخانہ میں حضرت کے اگر آتا
دوائی[1] دردِ دل لیتا وہ بیچارا محمدؐ سے

درِ ولت پہ آ کر صرف دربانی کیا کرتے
اگر ملتے کہیں اسکندر و دارا محمدؐ سے

مدینہ میں اگر پہنچائے مجھ کو رہبرِ قسمت
عیاں کردوں میں اپنا مدعا سارا محمدؐ سے

نبوت کو گواہی دے چکا ہے حکم سے حق کے
کلام اللہ میں ہر ایک سیپارا محمدؐ سے

کبھی غمگین نہ ہو غم خانہ دنیا میں تو اُستادؔ
اگر بیمارئیے غم سے ملے چارا محمدؐ سے

[1] یعنی دوائے دردِ دل

ادب رسولِ اکرم ﷺ

زمیں پر جب محمد مصطفیٰؐ پیدا ہوگا
سرِ چرخ بریں سوئے زمیں اس دن جھکا ہوگا

نبیؐ کا تذکرہ جب اپنی محفل میں کھلا ہوگا
زباں پر سب کی جاری کلمۂ صلے علیٰ ہوگا

اگر عشق محمدؐ سے کسے کا دل لگا ہوگا
خدا جانے کہ وہ ساری خدائی سے جدا ہوگا

کلام اللہ میں جس کا ثناء خواں خود خدا ہوگا
بھلا اس سے بڑا رتبہ کسی کا اور کیا ہوگا

رواں جس دم نبی کے فیض کا دریا ہوا ہوگا
اک اک قطرے سے اور ذرے سے سورج بن گیا ہوگا

محمدؐ کے ثنا خواں کا نشاں دنیا میں کیا ہوگا
جبیں پُر نور روشن چہرہ و سینہ صفا ہوگا

سخن میری زباں سے آج کل نعت محمدؐ میں
وہی نکلے گا جو عرشِ معلے پر لکھا ہوگا

لکھو اک اور بھی اُستاذ ایسی نعت سرور کی
تیرا اس سے یقیں ہے دونوں عالم میں بھلا ہوگا

قبل از رسولِ خدا اہلِ صفا کی انتظاری

آج کے دن کی تمنا انبیاء کرتے رہے
تذکرے قبل از نبیؐ اہل صفا کرتے رہے

تمہیں[1] نہیں ہوا انتظاری[2] مصطفیٰ کرتے رہے
مہر و ماہ ارض و سماء بلکہ خدا کرتے رہے

جب خدا پوچھے گا تم دنیا میں کیا کرتے رہے
ہم کہیں گے بس ثنا خیر الوریٰ[3] کرتے رہے

کس کس طرح اُلفت نبی سے آشنا کرتے رہے
مال و دولت جان و دل سب کچھ فدا کرتے رہے

عیسیٰ جس بیمار کو تھے لا دوا کرتے رہے
ایک ہی دم میں اسے احمدؐ شفا کرتے رہے

قیصر و فغفور جیسوں کو بھلا کرتے رہے
دارا سکندر جس کے در[4] پر جا گدا کرتے رہے

اُمت پہ اپنی ہر طرح مہر و وفا کرتے رہے
آہ وہ بھلا کرتے رہے اور یہ بُرا کرتے رہے

[1] تمہی [2] انتظار مصطفیٰ مراد ہے [3] اس نظم میں حسنِ اضافت خاص طور پر قابل داد ہے۔ [4] گدا کرنا بمعنی گدائی کرنا

سالہا سے جس کے نہ تھے سر جھکا کرتے رہے

آمدا محمدؐ پر وہی سجدے ادا کرتے ر

دخل اپنا ہر طرح دشت و صحرا[2] کرتے رہے

توحید کی تبلیغ کیسے جا بجا کرتے ر

کیا ہوا کوہ طور پر موسیٰ [3] لقا کرتے رہے

حضرتؐ ہمارے عرش پر جا کر ملا کرتے ر

اس قدر تھے ادب ذاتِ کبریا کرتے رہے

یا محمدؐ یا نبیؐ کہہ کر ندا کرتے ر

دشمن دین جب کبھی آمنا سامنا کرتے رہے

تب ہستی[4] اسلام پہ لاکھوں مٹا کرتے ر

امت کی بخشش واسطے حضرت دعا کرتے رہے

خونِ جگر پیتے رہے اور غم غذا کرتے ر

کافر و مفرور و سرکش بک[5] بکا کرتے رہے

آخر محمدؐ کے قدم پر سر دھرا کرتے ر

کس جگہ کس پاس نہ میرا گلا کرتے رہے

رشک و حسد استاد کا ملک الشعراء کرتے ر

---

[1] ضافت مفقود [2] صحرا اگر پڑھنے میں کوئی مشکل پیش آئے تو ''صرا'' پڑ
[3] لقا کرنا بمعنی ملاقات کرنا [4] تسلسل مضمون کو قائم رکھنے کے لیے ''تب
اضافہ کیا گیا۔ [5] بک بک مراد ہے۔

جلوہ ماہ نبوت

وہ گر عالم میں جب ماہِ نبوت ہوگیا

حور و ملک جن و بشر قائل رسالت[1] ہوگیا

زمانہ پُر خطر تھا زلزلے آلام تھے

خاتمہ بالخیر احمدؐ کی بدولت ہوگیا

ب آئے خدمت سولی میں ابوبکرؓ و عمرؓ

اوج پر اسلام کا تب زور قوت ہوگیا

رگئے لات و منات[2] و اور کسریٰ کے محل

جب شہ والا کا دنیا میں ولادت[3] ہوگیا

سوا اس کے زمیں عرب[4] کی حالت تھی کیا

ہر قطع ویران تھا اب رشک جنت ہوگیا

و ملک[5] ظلم و ستم میں خاص رکھتا تھا کمال

اب وہی تہذیب میں کانِ شرافت ہوگیا

---

[1] غالباً وحدت نہیں کے پیش نظر صیغہ واحد رکھا گیا ہے۔ [2] ''و'' اور ''اور'' کو جمع کردینا گویا شیر و بکری کو ایک گھاٹ پانی پلا دینا ہے۔ [3] تذکر و تانیث کا استعمال
[4] عرب کی را کو برائے ضرورت شعری ساکن کیا گیا ہے۔ [5] ملک کا لام متحرک کیا گیا۔

نسبت نبیؐ کے ساتھ کیا وقت شہنشاہ[1] لے سکے
فرش سے تا عرش تک[2] جن کا حکومت ؛

توحید کے جلوے سے تب پائی محمدؐ نے چمک
کثرت و بہتات سے جب نور وحدت ؛

دنیا کے مال و متاع پر لات وہ مارے نہ کیوں
دین کی دولت سے جو کہ صاحب ثروت ؛

راندہ گیا دونوں جہاں سے سخت بدنامی کے ساتھ
پکڑا جس دامن[3] نبی اہلِ فضیلت ؛

جب جناب مصطفیٰ کے دین کی آمد ہوئی
سابقہ[4] ادیان ہر اک بے حقیقت ؛

گذرے لاکھوں ہی نبی لیکن مگر اخیر پر
زیب سر حضرت کے ہی تاج امامت

تعلیم سے تلقین سے پند و نصاح[5] سے وعظ سے
کس کس طرح غیروں سے تکرار و حجت

---

[1] اضافت مقلوب ہے [2] تا اور تک کا اجتماع برائے تاکید ہے۔
[3] جس کے بعد نے محذوف ہے [4] ادیان یہاں واحد استعمال ہوا ہے۔
[5] نصائح کی اصلاح شدہ صورت ہے۔

کوئی انکاری نہیں ملت نبیؐ سے دوستو!
ہر جگہ اسلام کا ایسا صداقت[1] ہوگیا

نعت خوانی کر دکھاؤں گا تجھے اُستاد میں
موت کے پنجہ سے گر مجھ کو فراغت[2] ہوگیا

انوارِ پیمبر ﷺ کی شمع

جل چکی عالم میں جب نور پیغمبرؐ کی شمع
کمتریں[3] ہو کر رہی دارا سکندر کی شمع

لاکھ آئے بادِ مخالف پر بجھا سکتی نہیں
اوج پر ہے دن بدن اس ماہِ انور کی شمع

چہرۂ مہر مبیں کو وہ نہیں سکتا ہے دیکھ
جس نے دیکھی مصطفیٰ کے روئے انور کی شمع

فیض یہ پہنچا ہمیں نور نبی سے دوستو
آتی نظر ہیں گرجاؤ مسجود[4] دو مندر کی شمع

---

[1]۔[2] صداقت اور فراغت کو یوں سمجھئے کہ اینٹ کا روڑا بنایا گیا ہے۔ [3] کمترین معنی ہیں نہیں بلکہ بمعنی حقیر استعمال ہوا ہے [4] اس سے مسجد کی جمع مراد ہے (خادم)

نکلا جب حضرت کے چہرے کا فلک پر آفتاب
پھر جلی مطلق نہیں کفار و اکفر کی شمع

تب تلک دنیا میں ہرگز کچھ نظر آتا نہیں
روشنی پکڑے نہ جب تک دل کے اندر کی شمع

فِعل اور افعال کی صفیں بنا سکتے ہیں وہ
ہے جن کے اندر شعلہ زن فیوض مصدر کی شمع

یہ شمع سب ہیں تمہاری نقلی شیشہ خام کی
ہے چاند اور سورج کی اصلی ربّ اکبر کی شمع

اب کے مشاعرہ شمع پر مضمون سے نکلا ہوا
دیکھیے جلتی ہے اب کس کس مدّبر کی شمع

کار زارِ رزمگاہ میں سب جوانانِ نبیؐ
سب کو جگا لیتے تھے اپنے نوک خنجر کی شمع

ایکدو نمبر سے تو کیا ملے سمجھوں گا میں
ہے میری حقدار اصلی لاکھ نمبر کی شمع

بزم عالم تب تلک پاتا نہیں ہے روشنی

پھینکے نہ شعلہ جب تلک توحید[1] دفتر کی شمع

انصاف سے اب یہ بتا[2] دیں حاضرین اُستاد کو
تیر ترچھی جل رہی ہے کس سخنور کی شمع

نبیؐ کی فصاحت و بلاغت

محمدؐ راہنما ہادی طریقت کا شریعت کا
مگر سمجھو وہی واقف ہے اسرار حقیقت کا

محمدؐ ایک سرچشمہ ہے اُلفت کا مروت کا
توقع ہے قیامت میں ہمیں فخر رسالت کا

محمدؐ پہ بھروسہ ہے گھنگارانِ امت کو
عنایت کارعایت کا حماقت کا شفاعت کا

محمدؐ سے خزانہ مل گیا سارے زمانہ کو
اعانت کا ضیافت کا امانت کا دیانت کا

نبیؐ کی خوش کلامی سے جہاں کو فیض پہنچا ہے
لطافت کا بلاغت کا فصاحت کا بلاغت کا

[1] یعنی توحید کا دفتر [2] بالاتفاق جناب ملک الشعرا، استاد الشعرا کے ہر کہ شک کند کافر گردد۔ (خادم)

سبق پایا دبستاں میں جہاں میں سب نے حضرت سے
مہابت کا صلابت کا کفایت کا قناعت کا

نبیؐ کے چار یاروں نے خدا سے رتبہ پایا ہے
صداقت کا عدالت کا سخاوت کا شجاعت کا

سراپا دُور کر دو داغ تم اسّتاد سینے سے
خصومت کا ندامت کا شقاوت کا عداوت کا

موٹر سائیکل ہوائی جہاز

مریم کرے کوئی کہ یاں عیسیٰ کرے کوئی
فرعون کرے کوئی کہ یاں موسیٰ کرے کوئی

یحییٰ کرے کوئی کہ زکریا کرے کوئی
مصطفیٰ کرے کوئی کہ یا خدا کرے کوئی

یوسف کرے کوئی کہ زلیخا کرے کوئی
ہم نے تو ذکر سنا ہے جس کا کرے کوئی

موٹر کرے کوئی کہ یاں ٹانگہ کرے کوئی
لیکن ہوائی جہاز نہ مانگا کرے کوئی

سائیکل کرے کوئی کہ یاں گھوڑا کرے کوئی
مثل برق نہ سڑک پہ چھوڑا کرے کوئی

ہوش وحواس رکھتے جو موڑا کرے کوئی
کیوں تن بدن کسی کا پھوڑا کرے کوئی

اٹھا کرے کوئی کہ یاں بیٹھا کرے کوئی
ہرگز بزم ادب میں نہ غوغا کرے کوئی

خواہش وضروریات کو پورا کرے کوئی
سیدھا نہیں چاہیئے کرے الٹا کرے کوئی

برا کرے کوئی کہ یاں بھلا کرے کوئی
ویسا عوض وہ پاتا ہے جیسا کرے کوئی

حکمت کے دفتروں سے یہ پیدا کرے کوئی
پتھر دلوں کو کس طرح شیدا کرے کوئی

چھڑا اڑا کے رکھ دوں گا ہنٹر سخن سے میں
گو کس قدر بھی ان کو جاتکڑا کرے کوئی

معافی کے خواستگار ہیں مطلق نہ ان کو اب
ٹھٹھا مخول ومسخری ہاسا کرے کوئی

علم ادب[1] کی جان شرافت کی روح ہیں وہ
کیوں ان کو جہل پاگل وسودا کرے کوئی

للہ خدا کے واسطے میرے لیے ان کو
شاعری کے علم وفن سے شناسا کرے کوئی

سمجھے نہ جو سمجھانے سے دو تین چار بار
اس بے وقوف احمق کا پھر کیا کرے کوئی

پڑھتے ضرور ہیں وہ اخبارات ورسائل
لیاقت کہاں ہے اتنی جو ہلکا کرے کوئی

وزن ردیف و قافیہ نہ جانتا ہو جو
طیار کیسے معاون شعرا کرے کوئی

ہے آج کل وساور میں منڈا پڑا ہوا
ہرگز خرید ململ نہ لٹھا کرے کوئی

میں نے تو لٹھا پہننے کی پائی ہے قسم
جب تک کہ آنہ گز سے نہ سستا کرے کوئی

اس دغے کے پتلے کا رکھنا خیال خوب
مت پارچات دینے میں دھوکا کرے کوئی

نوٹ: سیکرٹری بلدیہ گجرات کی رپورٹ پر کہ اسّتاد صاحب بحیثیت انسپکٹر چونگی فرائض بخوبی سرانجام نہیں دیتے۔ ان کو اسّتاد صاحب نے مندرجہ ذیل جواب دیا۔ (خادم گجراتی)

سیکرٹری یہ لکھتے ہیں تیرا بڑا ہے کام کاج
میری طرف سے ان کو تسلا کرے کوئی

جب بھولا[3] ناتھ کرتا ہے پڑتال مال کی
پھر کیسے ہرج وقت دوبارہ کرے کوئی

ہر روز گردش کرتا ہوں میں گشت ڈیڑھ گشت
بڑھ چڑھ کے اس سے اور کیا دورہ کرے کوئی

رہتا ادب نہیں ہے جواب وسوال کا
منصب کرے کہ آپ کا مجرا کرے کوئی

گستاخیے افسر مجھے مدِنظر نہیں
پھر کس خیال چال پہ توبہ کرے کوئی

اسٹاف میں تو آپ کے آتا نہیں نظر
جو کام جانفشانی سے ہم سا کرے کوئی

دنیا کے کاروبار میں سربستہ راز ہیں
ہے دیکھنا یہی کہ نہ دیکھا کرے کوئی

صورت غبن کی نکلے تو پھر دیکھ لو اسّتاد
ناجائز کس طرح کسے پکڑا کرے کوئی

[1] استعمال مترادفات ملاحظہ ہو۔ [2] لاثانی مصرعہ ہے ملاحظہ ہو۔ [3] دوسرا چنگی انسپکٹر

ابن سعود اور اُس کا ظلم

نجد سے غضب کی اُٹھتی ہوا کیا ہے
مقابل جس کے آفات و بلا کیا ہے
مرا تہذیب حاضر پر گلا کیا ہے
طوفان بے تمیزی یہ مچا کیا ہے
گذرا واقعاتِ کربلا کیا ہے
یزید و شمر جور و جفا کیا ہے
اب مکے مدینے میں رہا کیا ہے
سوا روضہ پیمبر کے بچا کیا ہے
آہ! ابن سعود کو سودا کیا ہے
مزارات[1] پرانوں میں ڈھرا کیا ہے
وجود اس کا جہالت سے بھرا کیا ہے
گلے اس کے طبق[2] لعنت پڑا کیا ہے
نشا[3] نے پنجتن ہائے مٹا کیا ہے
خاک و اطہر و جودوں کا اڑا کیا ہے

[1] مزارات قدیمیہ مراد ہے [2] طبق بمعنی طوق۔ زبان میں اضافہ [3] نشان (خادم)

کس سنگ جبر کی اچھی سزا کیا ہے
ملزموں کا بید سے پچھا کٹا کیا ہے
تجھے اُستاد کہتا چلبل بلا کیا ہے
کاش پوچھو کہ مدُعا کیا ہے

خاطر توحید

ہے کوئی کام جو اُس نے ادھارا نہ کیا
نہ سہی آنکھ نے اُن کا جو نظارا نہ کیا
کیوں فلک ہم کو سکندر و دارا نہ کیا
کس لیے اوج و بلندی پہ ستارا نہ کیا
ہے شکر لاکھ کہ ہم کو یہود و نصارا نہ کیا
رحمت ہے تیری بُت پرستوں میں شمارا نہ کیا
جنگ صفیں میں نہیں کہ اُحد و کربل میں نہیں
کہاں کس جگہ ہم نے رگ رگ کو فوارا نہ کیا
ظلم و ستم قہر و غضب اغیار کے سہتے ہم ہیں
شرم و غیرت سے مٹیں گے پاس خاطر جو ہمارا نہ کیا

غرقاب ہو جائے گی ایک دن طوفان کفر میں
تو نے گر گشتے اسلام کا سہارا نہ کیا
تیری توحید کی خاطر گذر اپنا کدھر نہیں!
ہر وادی و جنگل ہر بحر و کنارا نہ کیا
شب و روز ہے فرقت میں تری اک اُستاد تڑپتا
کیوں مجھے حاضر خدمت یا شاہِ ابرار[1] نہ کیا

شاعرہ سخنداں ہوگئیں

زیب انساء مجوب عجب شاعرہ سخنداں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں
تب تلک مجھ کو نہ مانے وہ کھلاڑی کھیل کا
جب تلک میری نہ تن سو ساٹھ رمزاں[2] ہوگئیں
اک لفظ کہنے سے دل کا راز پاجاتے ہیں وہ
اس قدر ہیں تیزیوں پر آج سمجھاں ہوگئیں
نہ کیا ثانی نکاح ہی خود پسندی کے سبب
اس غرض کے واسطے کئی غرض منداں ہوگئیں

[1] شاہ ابرار [2] ۳۶۰ دن کرنے میں استاد کا ریکارڈ ہے کرکٹ کے کھلاڑی نوٹ فرمائیں۔

فوق پر چمکے گا، اک دن قسمت اختر مرا!
گر اس طرح سے اور بھی دو چار سنداں ہوگئیں
زاہدا کیا فخر تیری حورِ جنت کا کروں
اب تو ہر اک ملک میں ہیں حور و غلماں ہوگئیں
جو طبیعتیں الف ب ت ث نہیں تھے جانتیں
اب فلسفہ منطق و ریاضی سائنسداں ہوگئیں
کس لیے تم رحم کرتے ہی نہیں اُستاد پر
بار ہا جب کورنش بندگی سلاماں ہوگئیں

حریف وحاسد پر میرا غضب

کیا گل کھلا سکوں میں حاسد کے باب میں
اللہ کرے کہ غرق ہو ستلج چناب میں
تب تک رہوں گا تڑپتا غضب و عتاب میں
جب تک نہ لاش پاؤں گا چاہ و تلاب میں
ہے روز و شب دُعا میری عالی جناب میں
ہو جائے مبتلا کہیں پنجہ قصاب[1] میں

[1] قصاب کا پنجہ

تب تک نہ مل کے بیٹھوں گا شیخ و شباب[1] میں
جب تک حریف ڈوبے نہ گنگا کے آب میں
حاسد کو اپنی یاں پڑے پھنسنے عذاب میں
پیٹے نہیں معشوق یاں لورے[2] شراب میں
اُردو میں تم ہو فسٹ نہ سخن پنجاب میں
سمجھوں تو سمجھوں تم کو میں پھر کس حساب میں
دم دیئے دلاسے دیئے پیچ و تاب میں
کیا کیا فریب دل کو دیئے اضطراب میں
تم ہجو کرتے پھرتے ہو پردے حجاب میں
اُستاد تم کو کہہ دیا دوست احباب میں

شیر ببر نہیں

کرتا جو شخص دنیا میں غور و فکر نہیں
سکتا وہ کھول اپنی بھی روزی کا در نہیں
بیٹھو امن سے چین سے خوف و خطر نہیں
انسان ہوں میں بھی کوئی شیر ببر نہیں

[1] شیخ وشباب [2] حاجت۔

نپولین اعظم سے بھی سکتا میں ہر نہیں
وہ کون سا میدان ہے ہوتا جو سر نہیں
پھر کیا ہوں میں سہراب جو رستم اگر نہیں
کس دشت کس ولایت میں میرا گزر نہیں
حالانکہ ساتھ خالد و عمرؓ و بکرؓ نہیں
تاہم بھی پیچھا چھوڑتی میرا ظفر نہیں
عرصے سے نظر آتے ہو شمس و قمر نہیں
کیوں اب نگاہ مہر و محبت ادھر نہیں
حاسد میرے اٹھاتے ہیں کیا کیا شرر نہیں
عبرت انہیں کرتے کیوں صاحب صدر نہیں
طبیعت میں سادگی ہے غرور و فخر نہیں
ورنہ اُستاد جانتا نظم و نثر نہیں

لطافتِ عشق

ابتدا میں عشق دیتا ہے لطافت کیسی
انتہا میں یہ لاتا ہے مصیبت و آفت کیسی

بعض طبیعت بھی تو رکھتی ہیں ظرافت کیسی
شب و روز یہی کہتا کہ ہوتی ہے خلافت کیسی
میرے سوا اوروں کو تم کرتے ہو چاہت کیسی
''پیار کیسا'' ہے؟ میری جان یہ ''اُلفت کیسی''
غضب ڈھاتی ہے حسینوں کی نزاکت کیسی
رفاقت میں بھی یہ رکھتی ہے ، طاقت کیسی
رہتی ہے پستی مجھے دُور فلاکت کیسی
نہ معلوم یہ چاہتی ہے، ہلاکت کیسی
ڈالی تھی محبت تو یہ بڑھ گئی عداوت کیسی
حیرت کی دکھائی ہے رقیبوں نے شرارت کیسی
میں کیا سمجھوں کہ ہوتی ہے فراغت کیسی
رخصت گر مانگے تو کہتے ہیں اجازت کیسی
وہ دکھائیں بھی تو شوخی ہے شجاعت کیسی
ہم اُستاد کی کرسکتے ہیں اطاعت کیسی

فیشن کی حور

خدمت میں آپ کی تو میں حاضر حضور تھا
چشمک زنی نہ سمجھناں کس کا قصور تھا
صد حیف عقل پر تری فیشن کی حور تھا
حیرت کا تن بدن سبی مثل انگور تھا
سربستہ راز گر کوئی خفیہ امور تھا
کھانا کسی حکیم سے شنگرف منور تھا
ملک عدم میں جس جگہ میرا قبول تھا
اک گھر میں مختصر سا بیاباں ضرور تھا
کیا دل چلا رہا ہوں میں عمر آغاز میں
دریا و بحر و قلزموں کرتا عبور تھا
اب مٹ چکا ہوں دنیا سے میری بلا کو
زندگی میں چرچا ہر طرح نزدیک دُور تھا
اس لب یاقوت کا ذائقہ بتاؤں کیا
حلاوت میں قند و مصری و عربی خجور[1] تھا

[1] کھجور

ہے یک قلم اوٹھایا استاد نے اسے
حاسد کے سر میں جس قدر فخر و غرور تھا

مہلک ہوا

جب کبھی جہاں میں زہریلی ہوا آتی ہے
تبی[1] ہر بشر کی موت و قضا آتی ہے
لاکھ ہا پونڈ کی تریاق دوا آتی ہے
تب کہیں خلق خدا کو شفا آتی ہے
کیا حکمت جراح و ڈاکٹر و حکما آتی ہے[2]
جب کہ طاعون خانہ بخانہ جا بجا آتی ہے
رئیس و تونگر سے موت کو بھی حیا آتی ہے
غضب سے مگر آتی ہے تو اُوپر غربا آتی ہے
کام اس میں نہیں ہرگز عزیز و اقربا آتی ہے
انسانی جان ایسی قابو تن تنہا آتی ہے
جس جگہ اس موذیے[3] مرض کی ابتدا آتی ہے
وہاں سے ہی پیر و جواں کو کہنے فنا آتی ہے

[1] تبھی [2] کو محذوف ہے [3] اضافت مقلوب ہے۔ (خادم)

ئے دن ہندوستان پہ اس کی دور دور آتی ہے
کیوں نہیں تیری جانب یورپ و ایشیا آتی ہے
ستاد یہ کس کو خواب سوائے لیلا آتی ہے
دل مجنوں کے دھڑکنے کی صدا آتی ہے

اُستاد ایک منشی ہے چنگی محصول کا

حیرت کا انتظام ہے مسلم سکول کا
تعلیم کے سوا نہیں غوغا فضول کا
دنیا میں ہیڈ ماسٹر دیکھے ہزار ایک
عبد الحفیظ ہے کانِ بدخشاں کے مول کا
مثل بنگال بنک ہے ان کا دل و دماغ
فائدہ اٹھاؤ علم کی دولت حصول کا
ان کے تن نازک کی ہے خوشبوے بینظیر
اک برگ ہے جگت میں یہ جنت کے پھول کا
خوشحال اس کو کرتے ہیں اپنی پشت سے
دفتر جو شخص رکھتا ہو رنج و ملول کا
ہر سال پاس ہوتے ہیں لڑکے ہزار ہا

جو نام جانتے ہیں فیل و فیول کا
رتبہ بلند پائے گا بامِ عرش پہ وہ
نکلے گا تو آموز جوان کے حصول کا
دیگر سکول و کالجو مدرسے دیکھیئے
اک معرکہ بنا ہوا جنگ و جدول کا
علمی اعزاز پانے سے ایسا ہے دبدبہ
مجرم نہ ہوسکے کوئی حکم عدول کا
افسر کسی عدالت کا سمجھو نہ تم مجھے
اُستاد ایک منشی ہے چنگی محصول کا

مسلم سکول کو گرانٹ وصول ہونے پر باری تعالیٰ کا شکریہ

بجا لانا اوّل چاہیئے دلا تم نے شکر باری
کہ جس نے اپنی رحمت سے ہے بخشی روز بلکار
رہے لاکھوں برس برطانیہ کا سلطنت قائم
کہ قوت بے کسی و مفلسی جس کی مددگار
کبھی ہم عزت و حرمت بلندی پا نہیں سکتے
نہ ہوگا ہاتھ جب تک بھی ہمارے سر پہ سرکار

تمہیں ہو وہ کہ واپس کردیا تھا یہ گرانٹ اپنا
اوٹھائی ہے تمہیں نے کیا مصیبت رنج اور خواری
سدا رکھو محبت چاہت و اُلفت حکومت سے
کہ اچھی ہے کسی سے ہو اگر اُستاد غم خواری

برگیڈ فائیر اور اس کی ضرورت

ہاویہ گجرات کو آج کل بنا رکھا ہے آگ
اک فتنہ حشر و محشر کا اوٹھا رکھا ہے آگ
کبھی محلے کالری[1] میں غضب کے شعلے اُٹھیں
کبھی منڈی میں قدم اپنا ٹکا رکھا ہے آگ
کبھی شیشہ گیٹ کی جانب ہمیں خبریں ملیں
کبھی ڈھکی کی طرف ہم کو دوڑا رکھا ہے آگ
نکلنے پاتی نہیں کوئی چیز خورد و نوش کی
جال آبادی پہ ساری کیا بچھا رکھا ہے آگ
غسل چاہتی ہے یہ گشتی نئی دلہن کی طرح
اس لیے برگیڈ فائر کو منگا رکھا ہے آگ

[1] محلہ کالری شیشہ گیٹ اور ڈھکی شہر گجرات کے مختلف حصص ہیں۔ (خادم)

بخدمت ڈپٹی کمشنر صاحب مسٹر کنگ ومیاں احسان الحق سیشن جج جہلم...... یہ قصائد پڑھا گیا؟

رضا کارہ لگا نعرہ سبک اللہ اکبر کا
قدم رنجہ ہے بزم[1] میں صاحب ڈپٹی کمشنر
ہوا کیا جو نہیں آئے بہشتی ماشکی لاری
فلک چھڑکاؤ کر دے تو گلاب عطر ولیونڈر[2]
نگاہ غور سے دیکھیں سبی[3] وہ برملا آکر
نہیں دیکھا شکل جس نے کبھی شیر غضنفر
غلط نسبت ہے یہ دنیا رُخ صاحب بہادر سے
کیا دعویٰ ہمسری رکھتا ہے آئینہ سکندر
شبھی[4] اس وقت کی تم کو نہ بھولے گی حیات اپنی
اگر تم شوق سے دیکھو لے چہرہ قمر اختر
بدل کر قافیہ کر دوں میں شکریہ سیشن جج کا
جنہوں کے دم قدم سے ہے مشاعرہ کا بجا بج

1 بزم بہ تشدید زا پڑھئے۔ 2 لونڈر لگا ہوا 3 سبھی 4 شبیہ

طفیل آنجناب والا غنیمت ہے وقت آج کا
ابر ٹھہرے رہو قدرے نہ پاغوغا تو گڑ گج کا
زمانہ یہ نہیں ہرگز بہانہ عذر اور پج کا
سمجھو تو تمہارے سر پہ ہے سہرا یہ سج دھج کا
بجا ہوگا مباح ہوگا اگر میں لفظ کہہ دوں
حضور انور کے درشن سے ادا ہو فرض حج کا
حکام[1] وقت کی مدحت ہے خاص استاد نے کہہ دی
لیا ہے نام[2] میں اس میں نہ گنپت کا نہ ہر بھج کا

زندگی

عیش و عشرت کر رہی تیری میاں ہے زندگی
اپنی تو گذری کش مکش کے درمیان ہے زندگی
بعض انسانوں کی کیسی ناتواں ہے زندگی
بعض اشخاصوں[3] کی مثل پہلوان ہے زندگی
کس[4] کئی دنیا میں آغیراز فغاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے [5] زندگی

1 کاف کو مشدد مت پڑھے۔ 2 میں کے آگے نے محذوف ہے۔ ضرورت شعری بُری بلا ہے۔ جمع الجمع ملاحظہ ہو۔ 3 جمع الجمع ملاحظہ ہو۔ 4 یعنی کس نے گزارا ہے 5 مصرعہ طرح

دین احمد تب تلک چمکے گا عرش و فرش پر
جب تلک رکھتا زمین و آسماں ہے زندگی
کیوں نہیں کرتے قدر تم بے قدر استاد[1] کی
ہر طرح جب کہ میری گوہر فشاں ہے زندگی

معشوقانہ غضب

شب دیجوری[2] میں بام پر سے انہیں بلایا جو گڑ گڑا کر
مثال کوئل آواز آئی کہ کچھ تو شرم و حیا کیا کر
اتر کے نیچے وہ شوخ چشماں غضب سے بولا یہ تھرتھرا کر
کبھی کو آئندہ ایسا کیا تو تن سے رکھ دوں گا سر جدا کر
عجب تماشے رنگین دیکھے ہیں دار ہستی میں ہم نے آ کر
گلوں نے ہس ہس کے مار ڈالا رلایا غنچوں نے مسکرا کر
یہ جان جاناں کو کہہ رہا ہوں سبق رقیبوں کا مت پڑھا کر
یہ خوف و خطرہ اندیشہ دل کو ہے لے نہ جائیں تمہیں اڑا کر
-کبھی بھی لطف و مزے نہیں آتے لیا[3] تے مضموں ہیں جو چرا کر
استاد اچھا ہے جن کا بلکہ غزل سناتے میں یوں[4] بنا کر

[1] مغالطہ میں نہ پڑھئے مطلب یہ ہے کہ اے بے قدر تم استاد کی قدر کیوں نہیں کرتے۔ خادم [2] اینویں شب و یجورو یجوری بنیا جیونکر فدا فدوی فدویاں ہوندا[3،4] بجا فرمایا ہے۔

اہل کشمیر کی جرأت

رُخ جس طرف کو اپنا اٹھایا کشمیریاں
کیا کیا نہ کام کر کے دکھایا کشمیریاں
قوت[1] وہ اس قدر تو خدایا کشمیریاں
دائم رہے حریفوں پہ سایا کشمیریاں
وہ اعظم شوکت شان ہے پایا کشمیریاں
پیرس و لنڈن حسن شرمایا کشمیریاں
سکہ ہر قوم پر ہے بٹھایا کشمیریاں
جنت ہے ملک اپنا بنایا کشمیریاں
بہادر دلیر دل چلے شیر غضنفری
رستم ہے نام جگ میں رکھایا کشمیریاں
دینا میں نام ور تھے جو پہلوان زماں
چن چن کے ان کی ذات کو ڈھایا کشمیریاں
کیوں کس لیے حکام وقت مانتے نہیں
عالم میں جب کہ رعب سے چھایا کشمیریاں

[1] یاد رہے کہ استاد صاحب خود بھی کشمیری ہیں۔ خادم۔

بگڑے ملک ہزاروں فتح کر لیے دم میں
فوجوں میں جب قدم کو ٹکایا کشمیریاں
زور آوری تم تب ہی جا سمجھو گے ہماری
جب کوہ ہمالیہ کو الٹایا کشمیریاں
شمس و قمر بھی مانگ کر حسن لے گئے
چہرہ برق جب اپنا سجایا کشمیریاں
پولیس فوج ریلوے اور سول لائن میں
کس کس جگہ نہ درجہ بڑھایا کشمیریاں
کھولو کمشنری کا دروازہ جناب من
کنڈہ ہے لاکھ بار کھڑکایا کشمیریاں
مسئلہ یہ کاشتکاری کا کر کے پاس بہت
خدمت میں وائسرا کی پونچایا کشمیریاں
قیامت تلک پیچھا نہ چھوڑوں گا میں استاد
کہنا نہ پھر کے مغز ہے کھایا کشمیریاں

نامی گرامی پہلوانوں کا دنگل

بتادوں میں کہ اس دن رنگ اس دنگل کا کیا ہوگا؟
ہجوم خلقت آدم سے اک محشر بپا ہوگا
فرت بازوں کی پھرتی کا عجب نقشہ بنا ہوگا

قدم افلاک کی جانب زمیں میں سر گڑھا ہوگا
دلاور پہلوانوں کا تو چہرہ سرخ سا ہوگا
خلاف اس کے جو نکلے گا وہ ثابت بزدلا[1] ہوگا
کسی نے پکڑ جرأت سے جو آگے رکھ لیا ہوگا
فرار ہونے کی خاطر مثل[2] برق تڑپتا ہوگا
رخ جس پہلوان کا اس دن قبلہ نما ہوگا
وہی مارے گا کشتی اور چھاتی پر چڑھا ہوگا
داؤ[3] پیچ کے دیکھن سے عجوبہ اک مزا ہوگا
کوئی سیدھا ہو رہا ہوگا، کوئی الٹا الٹا ہوگا
برابر جوڑ چھوٹیں گے نہ ہرگز مٹ مٹا ہوگا
تاوقتیکہ نہ دونوں میں سے اک دو[4] جا صفا ہوگا
سبھی تم پوچھتے ہو کس سے جوڑ استاد کا ہوگا
لڑے گا وہ تو اس سے جو کہ رستم سے بڑا ہوگا

سوسائٹی ریڈ کراس اور مسٹر کنگ ڈپٹی کمشنر گجرات

سابقہ مداح ہوں میں بھی خاص مسٹر کنگ کا
سادگی ہے اس لیے واقف نہیں ہوں ڈِنگ کا
دائم جلوے دیکھتا ان کے درو دربار کے
گر کہیں میں تار ہوتا کرسئے سپرنگ کا

---

۱ یعنی بزدل ۲ تسلسل اضافت اور حسن معنی ملاحظہ ہو۔ ۳ یعنی داؤ پیچ
نقل مطابق اصل ۴ یعنی دوسرا خادم

عمر پائے وہ خضر مانند بے حد و حساب
بانی مبانی جو ہے ایسی پارٹی مٹینگ
رات دن ہی تم دعا اے حاضریں کرتے رہو
ٹھہرے رہے مالک خزانے مخزن و سیونگ
کچھ تو اضافہ مری تنخواہ بھی ہونی چاہیے
استاد ہے نوکر فقط لک یومیہ شلنگ

خان بہادر جناب ڈاکٹر مرزا اصغر علی صاحب

پبلک کو جب سے مرزائے اصغر علی ملے — سمجھا یہ ہر مریض نے محرم ولی ۔
آؤ مرادیں دل کی سب پاؤ گے ایک دم — غوث و قطب نہ تم کو جو کوئی ولی ۔
کوشش دوا سے ہوگئے زیرِ زمیں ہیں سب — چوہا مکوڑا کیڑا ناہیں چھپکلی ۔
اٹھتا ہے ایک پہر میں بیمار وہ جس کو — شیر و ملائی و مکھن و کیلہ پھلی ۔
خان بہادر ڈاکٹر و پریزیڈنٹ ہوئے — اللہ کرے کہ اس سے بھی عہدہ جلی ۔

مسٹر کنگ کی لائبریری

تشریف جب گجرات میں آئی ہے مسٹر کنگ
کیا کیا بہادری نہ دکھائی ہے مسٹر کنگ
آتش تمہیں لگی ہے تو بجھائی ہے مسٹر کنگ
دوزخ سے تم کی جان بچائی ہے مسٹر کنگ

سابق تو لائبریری شرمائی ہے مسٹر کنگ
سپرن پنڈنگ سے بڑھیا بنالی ہے مسٹر کنگ
ڈپٹی کمشنر کا ہی عہدہ ہے گو لیکن!
دیکھنے میں چیف اور ہائی ہے مسٹر کنگ
استاد خلق در پہ جھکائی ہے مسٹر کنگ
حیرت کی خرد وعقل ودانائی ہے مسٹر کنگ

شورِ محشر

یہ امر اہل ہنود سے پوچھیں یاں پوچھائیں کیوں کر
آگئیں جور وجفا کی تمہیں راہیں کیوں کر
اس ترے ظلم سے ہم شور محشر نہ اٹھائیں کیوں کر
عرش سے فرش تک ہم دھرتی نہ ملائیں کیوں کر
تکتے تکتے ہی یہ بدلی ہیں زمانے کی ہوائیں کیوں کر
خدارا یہ بتانا شدھی سنگھٹن کو مٹائیں کیوں کر
تیری بندگی کے لیے مسجد میں قدم کو لٹکائیں کیوں کر
غوغا باجوں سے سن سکتے ہیں بانگوں کی صدائیں کیوں کر
تیری توحید کا ڈنکا بجائیں تو بجائیں کیوں کر
ان شرر انگیزوں کو ہٹائیں تو ہٹائیں کیوں کر

اغیار یہ کہتے ہیں کہ تیغ و خنجر نہ چلائیں کیوں کر
غنڈے مسلمانوں کو خاک وخون میں نہ رلائیں کیوں کر
غیر اقوام کی سن لیتے ہو دعائیں کیوں کر
اس آتشِ رشک سے ہم نہ جل جائیں کیوں کر
گر ایسی ہی رہی استاد تو ہوں گی نبھائیں کیوں کر
پھر ترے نام کی شان و شوکت کو بڑھائیں کیوں کر

امامت کے راز

اے ستمگر سمجھتے ہیں تیرے انداز ہم
ایسے ہزاروں رکھتے ہیں معجزا اعجاز ہم
دنیا میں پا چکے ہیں امامت کے راز
میت پہ اپنی آپ پڑھیں گے نماز
کیا واقعہ بتا سکیں عمر آغاز ہم
اڑتے پھرتے تھے دنیا میں مثل شہباز ہم
مانا کہ شاعر ادنیٰ ہیں بندہ نواز
لیکن ہیں اس زمانے میں سعدی شیراز
استاد رکھتے جب نہیں کچھ مرص و آز ہم
آگے کس کے کیوں کریں دست دراز ہم

انسپکٹر چنگی

اکبر نہیں آتی کہ یا اصغر نہیں آتی
نسبت کہیں ہم شکل پیمبر نہیں آتی
کیسے کھلے گا باب وہ نصرت و فتح کا
جس جاہ پہ نام حیدر و صفدر نہیں آتی
پڑھ غور پیشانی سے تو جنگ و جدل کا حال
گرتم روائیت درہ خیبر نہیں آتی
صد ہزاریں آئیں ہیں نسبت علی کے ساتھ
کہتا ہے کون شیر غفنفر نہیں آتی
لکھ دوں اگرچہ وصف میں دندانوں پیشانی
اختر نہیں آتی کہ پھر قمر نہیں آتی
اسلام کی ہستی کو مٹاتے نہیں کس وقت
توپ و تفنگ نیزہ خنجر نہیں آتی
ہو سکے استاد انسپکٹر چنگی
کوئی صورت نظر نہیں آتی

عاشق کا جنازہ

صلِ علیٰ کی صدا خادم و مخدوم سے نکلے
عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے

گر لکنت نہ کہیں تو کیا کہیں اس کو
ہوں ہاں کے سوا جس کے نہ کچھ جلقوم سے

وہ حل ہوئے عقدے میری تیغ زباں سے
جو کام نہ عالم میں تھے لاکھوں کی رقوم سے

نہ تو اُٹھے ہیں کبھی نہ اٹھیں گے حشر تک
جو کہ عالم میں ہیں فتنے میرے قلقوم سے

وہ پری پیکر آئی بھی تو واپس الٹی
ہائے رخسار نہ اس کے میرے چوم سے

صبر و شکر کرنا اسے یہ چاہیے استاد
جو کہ انسان کی قسمت و مقسوم سے

بال فیشن ایبل

نہیں یہ وقت اب شرم و حیا کی
ہوا آئی ہے یورپ ایشیا

تہذیب حاضرہ مرضی خدا کی
داڑھی مونچھ سب نے کٹ کٹا

حالت پوچھ نسوانی ادا کی
گتیں مینڈیاں سر سے صفا کی

ں ان کے نظر آتے ہیں باکی
کبوتر کھینچ جیسے پھر پھڑا کر

ئی رونق وہ گیسو کا کلا کی
رہی موسم نہ اب زلف دوتا کی

را ہو حجاموں پر گلا کیا
شکایت اس میں قینچی استرا کی

باتیں دل کہ ہیں سب من منا کی
شکل بگڑی رخ انور زیبا کی

ہے کیا استاد نے محشر بپا کی
اگر غفلت سے باز آیا جفا کی

حسن کی ڈگری

اے جان من عرصہ ہوا نہ پیام ہے نہ سلام ہے
تیری بے قراریٔ ہجر میں نہ تو چین ہے نہ آرام ہے
تیری زلف ورخ کے ہی یاد میں کبھی صبح ہے کبھی شام ہے
بس ہرد وپیش نظر ہیں یہ کبھی میم ہے کبھی لام ہے
اس ماہ جبین کے حسن کی تمہیں ڈگری دوں بھی تو کس طرح
جب پاس تیرے مجتبیٰ نہ وثیقہ ہے نہ اشٹام ہے
کیا تیز تند ہوا چلی میرے سرو قد کو مٹا گئی
نہ وہ مینا ہے نہ وہ ساقی ہے نہ وہ خوشگوار کا جام ہے
کیوں استادوں کو نہ ہوں ہو جب کوئی پورا نہ قول ہو
تیرے وعدہ کو بت حیلہ جو نہ قرار ہے نہ قیام ہے

گورنر پنجاب جناب ہیلی صاحب بہادر

صنعتیں کیا کیا نہیں ایجاد کر سکتے ہیں یہ
اک جہان نیستی آباد کر سکتے ہیں یہ
حاکم و محکوم کی امداد کر سکتے ہیں
اک گدا کو صاحب حاکم کر سکتے ہیں
آزمائش کر کے دیکھے آ مخالف پارٹی
ہر بشر سے دوستی اتحاد کر سکتے ہیں یہ
گو نامۂ اعمال میرا کس قدر ہی غلط
دستخط اپنے سے لیکن صاد کر سکتے ہیں
گورنر پنجاب کی صحبت میں آکر دیکھو
ایک دم شاگرد سے استاد کر سکتے ہیں یہ

ون۔ٹو

تیرے نام نامی کی سب ہاؤہو ہے
جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے
یہ کیا تذکرے ہیں یہ کیا گفتگو
ضرور اس میں مضمر کوئی جستجو

پڑھا کرتے تھے ہم لڑکپن میں اک دو
اب انگلش سکھایا ہمیں ون تو ٹو ہے
کہاں تھے یہ سامان سابق نہ میں میں
اب جو نکٹائیو کالر پڑھا ہر گلو ہے
ڈٹا ہر بشر ہے لباس فخر میں
پڑی پاؤں میں گرگابی و بوٹ وشو ہے
آواز ہارمونیم ہے نرمی سخن میں
شستہ طرز خود پسندی کی خو ہے
ہے تعلیم مغرب بنی جس کی رہبر
وہی پاگیا عزت و آبرو ہے
موجودہ وقت کو جو استاد دیکھا
نئی روش فیشن کی سب رنگ و بو ہے

رخ تنویر

پڑیں ہم پر زمانے کی جفائیں ساری
ظلم و ستم رنج و الم اور ایذائیں ساری
ہوں شب و روز علاج و دوائیں ساری
اس دم کے عوض مال و دولت ہیں لٹائیں ساری

بے حجابانہ رخِ تنویر پھرتے ہیں
اٹھ گئی دنیا سے برقعہ ادائیں ،
آئے بھی وہ لیکن نہ منے وصل کی نسبت
حالانکہ[1] تمام رات لیں ان کی بلائیں ،
کافور ہوگئیں پری کے ساتھ سبھی استاد
دل کی شان و شوکت اور حسین و[2] چائیں ،

بہ خطاب ینگ مین مسلم ایسوسی ایشن پنجاب

اے ینگ مین مسلم تیری عمر درازی
وہ ذات پاک ٹھہرے دائم تیرا ح
اے نوجوانو سیکھو تم بھی زمانے سازی
جہاں اتفاق ہوگا وہاں کیا کرے گا قا[4]
معاون رہیں تمہارے سب مستقبل و ماضی
حاصل کرو جہاں کی تم منطقو
بس ایک دوسرے سے میل و ملاپ رکھو
آئیں کبھی نظر نہ فقرے یہ اغ
شیریں زباں سے اپنی تم کام سب نکالو
اسراف ہو نہ دولت مطلق یہ بے ا

۱ حالانکہ کا بہترین استعمال ہے۔ ۲ چاہ کی بمعنی محبت کی جمع ہے۔ ۳ یہ

۴ میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی کا بےنظیر ترجمہ ہے۔

استاد امام الدین دنیا کے ہر لباس میں

عالم نہیں رہا کہ میں فاضل نہیں رہا
دانا نہیں رہا کہ میں عاقل نہیں رہا
کہ تھر نہیں رہا کہ میں شاکل نہیں رہا
جدا نہیں رہا کہ میں واصل نہیں رہا
تونگر نہیں رہا کہ میں سائل نہیں رہا
حقیقی نہیں رہا کہ میں ناقل نہیں رہا
مجنوں نہیں رہا کہ میں لیلل[1] نہیں رہا
ناقہ نہیں رہا کہ میں محمل نہیں رہا
ہرقل نہیں رہا کہ میں ہیکل نہیں رہا
ہے شکر کی جگہ کہ میں بزدل نہیں رہا
کاغذ نہیں رہا کہ میں پنسل نہیں رہا
حاکم نہیں رہا کہ میں مثل نہیں رہا
بیرسٹر نہیں رہا کہ موکل نہیں رہا
منصف نہیں رہا کہ میں عادل نہیں رہا
ڈپٹی نہیں رہا کہ میں جرنیل نہیں رہا
عہدہ وہ کون سا ہے جو حاصل نہیں رہا

۱ لیلیٰ کو ضرورت شعری کی بھینٹ چڑھایا گیا۔

بی اے نہیں رہا کہ میں ایلل[1] نہیں رہا

ممبر نہیں رہا کہ میں کونسل نہیں رہا

جرنل نہیں رہا کہ میں کرنل نہیں رہا

تمغہ نہیں رہا کہ میں ماڈل نہیں رہا

مقتل نہیں رہا میں قاتل نہیں رہا

زخمی نہیں رہا کہ میں بسمل نہیں رہا

تنزل نہیں رہا میں معطل نہیں ر

عرصہ ملازمت میں مسلسل نہیں ر

گل نہیں رہا کہ میں سنبل نہیں رہا

تیری طرح مگر میں عنا دل نہیں رہا

رسطوں نہیں رہا کہ میں اجمل نہیں ر

دارو نہیں رہا کہ میں درمل نہیں ر

کیوڑہ نہیں رہا کہ میں صندل نہیں رہا

روغن نہیں رہا کہ میں جائفل نہیں رہا

زیرہ نہیں رہا کہ میں فلفل نہیں ر

گوٹہ نہیں رہا کہ میں نزیل نہیں ر

---

۱ ایل ایل مراد ہے لیکن اس کے بعد بی محذوف نہیں بلکہ اس مصرعہ کے ابتدا میں مذکور ہے۔ تکرار سے بچنے کے لیے دوبارہ استعمال نہیں کیا گیا۔

واٹر نہیں رہا کہ میں بوتل نہیں رہا

وسکی نہیں رہا میں لیول نہیں رہا

مچھلی نہیں رہا کہ میں نقل نہیں رہا

کھانے نہیں رہا کہ میں ہوٹل نہیں رہا

اطلس نہیں رہا کہ میں مخمل نہیں رہا

برقعہ نہیں رہا کہ میں کمبل نہیں رہا

انجن نہیں رہا کہ میں آئیل[1] نہیں رہا

پرزے نہیں رہا کہ میں ہنڈل نہیں رہا

خشکی نہیں رہا کہ میں جل تھل نہیں رہا

سن ست نہیں رہا کہ میں ہل جل نہیں رہا

سمندر نہیں رہا کہ میں ساحل نہیں رہا

بجلی نہیں رہا کہ میں بادل نہیں رہا

منطق وہ کون سا ہے جو حل نہیں رہا

دنیا میں کوئی عقدہ مشکل نہیں[2] رہا

ذاکر نہیں رہا کہ میں محفل نہیں رہا

رونق نہیں رہا میں چھل بل نہیں رہا

---

۱ تیل ۲ مصرعہ طرح ہے۔

صادق نہیں رہا کہ میں باطل نہیں رہا
پیمبر نہیں رہا کہ میں مرسل نہیں رہا
نمازی نہیں رہا کہ نوافل نہیں رہا
پڑھتا نہیں رہا کہ میں غافل نہیں رہا
قرآن نہیں رہا کہ حمائل نہیں رہا
کتب نہیں رہا کہ رسائل نہیں رہا
پہلوان نہیں رہا کہ میں دنگل نہیں رہا
کرتا نہیں رہا کہ میں سنبل نہیں رہا
قصیدہ[1] نہیں رہا کہ میں غزل نہیں رہا
امام دین نہیں رہا کہ میں فضل[2] نہیں رہا

نادان میزبان

حضور انور کا کیسا میزبان ہے — کوئی ماچس چرٹ سگریٹ نہ پان[3] ہے
یہ الٹا پوچھتے ہو کہاں ہیں — چلو جانے دو چھوڑ دو وہ جہاں ہے
میرے جانے پہ اس کو پٹنا مت — بچہ ہے ابھی کوئی شاہجہاں ہے
ترا کوچہ نہیں دارالاماں ہے — میرے لیے گلستاں بوستاں ہے
جب کبھی چلتی تری تیغ زباں ہے — بس نہ آندھی ہے نہ اندھیر طوفان ہے
رفاقت کا نزاکت کا بیان ہے — اس لیے میرا زمانہ دوستاں ہے

[1] گویا استاد صاحب بذات مجسم قصیدہ وغزل ہیں۔ [2] فضل جناب استاد صاحب کے برادر اصغر کا نام ہے۔ [3] پان کے لفظ کو استاد صاحب چھالیہ سمجھ کر چبا گئے۔ خادم

پیمبر کا جہاں پر آستاں ہے — زمیں کا اتنا ٹکڑہ آسماں[1] ہے
زمانے کے مطابق جو چلے گا — وہ استاد اچھا سخن داں ہے

حور فردوس میرے بس میں

وہ نکلے پانی بھرنے جو ہاتھوں میں لے گھڑا
بس اک قطر کے واسطے ڈٹ[2] کر تھا میں کھڑا
میں نے کہا کہ یہ نرمی سے اس نازنین کو
عاشق ہوں ترا یار میں دل جان سے بڑا
بولی کہ میں کنواری ہوں گھر والدین کے
میں نے کہا کہ میں بھی ہوں اے جان من چھڑا[3]
جب اتنی باتیں ہو چکیں لطف و مذاق سے
بس پھر رخ تنویر پہ گھنگھٹ[4] الٹ پڑا
وہ حور ہے فردوس کی استاد اک بشر
ششدر ہوں اِس لیے کہ مقدر کہاں لڑا

[1] مصرعہ طرح [2] اس مصرعہ کے ''ڈٹ کر'' کو اگلے مصرعہ کے ''نرمی سے'' مقابلہ میں رکھ کر لطف اٹھایئے۔ [3] چھڑا املاحظہ ہو۔ [4] گھونگھٹ کی اصلاح شدہ صورت ہے۔

زمانے کے پہلوانوں کو ہدایت

پہلوانوں کی خدمت میں گذارش پیشتر کرنا
ہمیں بلوا کے کشتی پر یونہیں در بدر کرنا
سب کا دل خوش و خورم دکھا کسب وہنر کرنا
کسی حیلے بہانے سے نہ کھاڑا[1] منتشر کرنا
ہمی ہیں تار برقی اور اخبار و گزٹ ہم ہیں
ہمارا کام یہ ہے بے خبر کو با خبر کرنا
لڑو بے شک بہادر ہو غضنفر کی طرح لیکن
شکم کو چاک ہرگز نہ مثل شیر بر کرنا
ہدایت ہو تمہیں استاد کی جانب سے بس اتنی
غضب سے قہر سے ظلم وستم سے نہ جبر کرنا

شعرو سخن کی تیغ

بنا نہیں کرتے کہ وہ پھبا نہیں کرتے
جادو نظر سے کس کو وہ کملا[2] نہیں کرتے

[1] اکھاڑا

[2] (پنجابی) یعنی سادہ لوح، دیوانہ۔ زبان میں ایزاد ہے۔ خادم

عالم کبھی بے باک سے جھگڑا نہیں کرتے
جو رند کرتے ہیں وہ پارسا نہیں کرتے
سیدھا[1] نہیں کرتے کہ وہ الٹا نہیں کرتے
وعدہ مگر وہ ہر طرح سے سچا نہیں کرتے
تب تک وہ رقومات وصول نہیں کرتے
جب تک کہ ساہو کار تقاضا نہیں کرتے
شعروسخن کی تیغ سے بھاگے سبھی حریف
کس کس کو ہم میدان سے پسپا نہیں کرتے
کرتے ہیں شعر اور بھی استاد نامور
لیکن جدید رنگ میں ہم سا نہیں کرتے

حسن وعشق کا خنجر

حسن و عشق[2] کا حلق پہ خنجر جو چل گیا
قامت[3] سرو یہ زخم کے پھولوں سے پھل گیا
بے دوس[4] آہ کر کے جو قاتل قتل کر گیا
دنیا سے میں حسینؑ کی گویا مثل گیا

[1] سیدھا وعدہ کرنا مراد ہے۔ دھوکا نہ کھایئے۔ [2] عشق بتحریک شین قابل ملاحظہ ہے۔ [3] یعنی سرو قامت [4] بے دوس (پنجابی) بے گناہ۔

نالہ میرا تھا عرش کے متصل گیا!
سن سن کے ظلم جگر فرشتوں کا ہل گیا
خدمت میں ان کی بارہا میں سر کے بل گیا
کہتا وہ روز مرہ ہی تھا آج کل گیا
استاد اٹھ جہاں سے انصاف عدل گیا
دائیں کیا تھا وعدہ تو بائیں بدل گیا

شاعر کے کمالات

اے دل کبھی سنا بھی ہے تم نے کمال شاعر
ہر رنگ میں دکھاتا ہے اپنا جمال شاعر[1]
پرواز جس جگہ نہیں جبریل کے پر کی
وہاں تک رسائی رکھتا ہے برق خیال شاعر
فرش و عرش بنا کر کہیں کہکشاں بنا
شمش، بنا کہیں بنا اختر ہلال شاعر
ہیرے جواہرات سے نسبت انہیں ہے کیا
غلط ہے جو کہوں میں بدخشاں کا لال شاعر

[1] نظم کے قافیہ کی اضافت خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ نقل مطابق اصلی

پیدا ہوئی نہ ہوگی قیامت تلک اے دوست
دنیا میں مطلقاً نہیں ہر گز مثال شاعر
عالم کی سائیٹوں کا یہ ممبر رہے نہ کیوں
جب ہر زبان پر رکھتا ہے اپنا وصال شاعر
زمین سے عرش تک تو تصرف نہیں اسے
رکھتا ہے شرق غرب، جنوب و شمال شاعر
کیوں جستجو میں پھرتے ہو الیاس و خضر کی
دنیا میں جب موجود ہے خضر خصال شاعر
موت و حیات کا اسے خدشہ نہیں ذرا
تیغ جفا سے ہوتا ہے کیا کیا حلال شاعر
استاد ہمسری کرے سلطان وقت کیا
بڑھ چڑھ کے اس سے رکھتا ہے جاہ و جلال شاعر

شاعر تجارتی لباس میں

میں ہستی کی ہر اک شیا[1] بیچتا ہوں
پوشیدہ نہیں برملا بیچتا ہوں

[1] یعنی اشیاء

یہاں تک دلیری جرأت ہے میرے میں
کوئی لے تو ارض و سما بیچتا ہوں

سرائے حرم سے ہیں [1] برقعے اتر گئے
بس اب میں تو شرم و حیا بیچتا ہوں

مثال حسیناں [2] ہوں بن ٹھن کر پھرتا
میں دیدار و درشن لقا بیچتا ہوں

خوشی سے خریدار مجھ سے ہیں لیتے
ستم و ظلم جور و جفا بیچتا ہوں

مریض محبت کو کہہ دو یہ جا کر
میں ہر درد دکھ کی دوا بیچتا ہوں

شرائط پہ ہو یہ بیماروں کو مژدہ
صحت تندرستی شفا بیچتا ہوں

میں استاد عالم میں چکر لگا کر
محبت کا آب بقا بیچتا ہوں

[1] تبدیلی بحر قابل ملاحظہ ہو۔

[2] گویا استاد صاحب معشوق ہیں۔

تم مثلِ زناں ہو

قوت سے دلا اور بھی تو شیر جواں ہو
تاکہ ترا اوج و بلندی پہ نشان ہو

جس بزم میں ہرگز نہ حسینوں کا بیاں ہو
وہ عاشقاں [1] واسطے ماتم کا مکاں ہو

جس شخص کی اس وقت زباں ہو نہ وہاں ہو
نہ تیغ گلا کر کے عدم کو وہ رواں ہو

خوش ہو نہ سن کے سخن میرے ہو نہیں سکتا
گو کس قدر فخروں سے کوئی یکتا زماں ہو

چاندیو [2] سونے کی بھی بارش کرو تاکہ
دستار فضیلت نہ کسی دل پر گراں ہو

اے کان زبان اس طرح تو گوہر فشاں ہو
کہ دور حاسدان کا سب وہم و گماں ہو

کیا الٹ پھیر کر دیا ہے کرزن فیشن
کوئی بشر نہیں جو مؤنث نہ بناں ہو

داڑھی نہ موچھ جب تلک رکھو گے تم استاد
بس پھر مرے خیال میں تم مثل زناں ہو

[1] عاشقان کے لیے۔ [2] چاندی و سونا۔ خادم

بزم سخن گجرات اور میں

بزم سخن کا آج شکریہ ادا کرتا ہوں میں
جس سے ڈگری بی اے، ایم اے کی لیا کرتا ہوں میں
جو سر تسلیم خم کو دیکھنا چاہتے نہیں
لائبریری میں کھلے ان کے لقا کرتا ہوں میں
جو زمانہ پیش آئے اس پہ رکھتا ہوں نگاہ
نہیں بلبلوں کا تذکرہ گل کا گلا کرتا ہوں میں
لے جاؤ سخن گھر استاد تم بہر خدا
مطلق نہیں دل میں تمنا سے صلا کرتا ہوں

میری سخن ولایت[2]

کیا عطر ولیونٹرر رہے جو دے خوشبو نہیں سکتا
کوئی سرٹیفکیٹ سے خوب صورت ہو نہیں سکتا
شعر و شاعری کے نا قابل اگر سمجھو تو وہ سمجھو
دکھا جو سخن ور اس وقت برقی شو نہیں سکتا

[1] استقرار ملاحظہ ہو۔ [2] اضافت مقلوب قابل داد ہے۔ خادم

الے زور جیسے جس قدر چاہے تو اے حاسد
میری سخن [1] ولایت کو تو ہر گز کھو نہیں سکتا
بری عادات خموشی ہے تری شکوے شکایت کی
تری ترغیب سے دشمن بدل میں خو نہیں سکتا
خدا رکھے سدا استاد کو اس بزم عالم میں
مسکراتا ہنستا بے مثل تیری رو نہیں سکتا

راجہ محمد افضل صاحب تحصیل دار گجرات سے سرگودھا

سرگودھے جا رہا ہے یہ شیر مرد افسر
غمگین ہو رہے ہیں جتنے ہیں اہل دفتر
کیا کیا عدل دکھایا اپنا کمال افضل
کہنا انہیں تو چاہیے نو شیرواں کا ہمسر
سائل جو در پہ آئے خالی کبھی نہ جائے
یہ فیض کا خزانہ عالم میں ہے سراسر
جہاں پر رہیں خوشی ہے ان کے لیے ضروری
ہوں اگر پیچھے جن کے ملازموں کے لشکر

[1] اضافت مقلوب ہے۔

تحصیل دار صاحب اچھے[1] تھے لائق فائق

بس یاد کر رہا ہے یوں ہر صغیر و اَ

ہم تو رہیں گے بسمل فرقت میں تڑپتے ہی

آپ وہاں دیکھیں گے حور و پری اور

گو دل تمہارا وہاں بھی لگ جائے گا عشرت میں

یہ گجرات کی[2] سوسائٹی کو کرو گے یاد

امتیاز بھی تو ہوں گے افضل استاد شیدا

دیگر پشت پناہ ہے ڈپٹی حسن جو اخ

دردصاحب کا کلام اوراستاد

بیدرد کیا پڑھے کوئی سخن کلام درد

کھائی نہ جس نے دل پہ نہ خنجر حسام

حاسد حریف کے لیے خبرے[4] یہ کیا ہوا

ہے عاشقاں واسطے مرکز مقام

آئے وہ ذوق شوق سے آزمائش کے لیے

پینا ہو جس نے ساقیا لبریز جام

۱ بفضل خدا ابھی زندہ ہیں ۲ سوسائٹی ۳ راجہ حسن اختر صاحب ای ا
مراد ہیں ۴ نمعلوم

شرق و غرب جنوب وشمال[1] وہی تک نہیں

فرش و عرش پہ رکھتا ہے یہ دھو دھام درد

خوش خرم مذاق لطیفہ گوئی نہیں

دفتر لکھا ہوا ہے مصائب آلام دہام درد

نالہ بکا جنہوں نے نہیں عمر بھر کیا

ان سنگدلوں کے واسطے آیا پیغام درد

سمجھیں گے اس کلام کی عزت قدر وہی

جن کے دل و جگر میں ہے رہتا مدام درد

دیگر کتب کے تکنے کی حاجت نہیں استاد

لبریز ہو چکا ہے اک عالم نظام درد

ایک معشوقہ پان فروشی کے لباس میں

لگا بیٹھی تری خاطر فقط پانوں کی ہٹی ہوں

عشق شطرنج میں تیرے مثال نرونٹی ہو

آؤ تو لگاؤ سینے کے مگر لیکن[2]

نہ پوچھو حال دل میرا حسن خنجر کی پٹھی ہوں

۱ واؤ زائد ہے ۲ مگر کے ساتھ لیکن برائے تاکید مزید ہے

تری الفت محبت کا گلہ کچھ کر نہیں سکتی
جگر چھلنی ہوا میرا گئی عالم میں چھٹی ہوں

زمین داری زراعت کا ہے پیشہ لاکھوں پشتیوں
اک اعلیٰ گھر گھرانوں سے میں اصل ذات جٹی ہ

یہ کیوں احسان جتاتے ہو سدا استاد کو آکر
میرے پیار میں تیرا ہوں نہ مٹا ہوں نہ مٹی[1] ہوں

دستار فضیلت اور ایل ایل ڈی کی ڈگری

ہے شکر لاکھوں کہ ایل ایل ڈی کی ڈگری ملی
اک برق کی مانند گویا سر پہ ہے پگڑی ملی

ڈگریاں اوروں کو بھی ملتی ہیں لیکن مجھ کو
سب سے اعلیٰ سب سے افضل سب سے ہے تگڑی

سن انی سو تیس کا دن اور یکم [2] اپریل
یاد رکھنا تیراں سو اٹھائی ہے ہجری ملی

لاکھ ہا کے سامنے اس دم کو ہیں کرنے پڑ
تب کہیں جا کر کے یہ کم بخت سسری

[1] استاد صاحب کی خدمت میں بعض احباب نے یہ مصرعہ بطور پرح پیش کیا تھا۔ [2] فرسٹ ا

ڈھونڈتا پھرتا تھا میں استادوں کے شوق سے
بہت مشکل سے ہے مجھ کو سخن کی نگری[1] ملی

افسر ماتحت کی جنگ

جب سیکٹری[2] کی خدمت میں میری غزل گئی
رنجش اسی کے باعث پھر بنتی مثل گئی

طیش و تپش میں سمجھنے نہ کچھ وہ بھی ہائے افسوس
افسر ماتحت میں ہوتی جنگ و جدل گئی

کڑھتے تھے دیکھ دیکھ کے اتنے لفظ کو وہ
مجرے کے قافیے کی جو بندش نکل گئی

لکھیا یہ سب کمیٹی نے جنرل اجلاس کو
پڑھ محکمے میں یہ ہے خرابی خلل گئی

سن کے صدر کی گفتگو ممبر ہوئے خاموش
سب بدل واقعات کی صورت شکل گئی

اصغر[3] علی کے بول کو بالا کرے خدا
آئی بلا سرے یہ تھا لیکن یہ ٹل گئی

[1] گویا استاد صاحب کو سخن کی نگری مل گئی ہے۔ [2] سیکرٹری بلدیہ [3] دیکھو دیوان

دوست احباب خوش ہوئے سنتے ہی اس قدر
لاکھوں سروں سے ٹوپی اور پگڑی اوچھل گئ
داخل ہوئے استاد تھے معائنے کے واسطے
نکلے جو میکدہ سے تو دنیا بدل گئ

تاج برطانیہ

جس راز کو دارا نہ سکندر سمجھا
اس وقت کا ملک معظم اسے بہتر سمجھ
ناہیں[1] سمجھے ہو کبھی ناہیں سمجھو گے حشر تک
جو کہ دنیا کی حقیقت کو ہے رخ انور سمجھ
کیسے ہو سکتی ہے اس سے سول کی نافرمانی
جو کہ ہر گورے کو لفٹنٹ گورنر سمجھ
لگادیں گے ایک دن شورش پسندوں کو
جو حکم کپتان پولیس ڈپٹیئے کمشنر سمجھ
دیکھا جاتا ہے اخبارات کی دنیا میں
بعض اشخاص نے حکومت کی تمسخر سمجھ

[1] نہ ہی

شہر میں امن ہے مقام صدر ہے خوش
ڈیک صاحب[1] کمال کا بہادر و دلاور سمجھا
کون دم مارے مقابل میں استاد
جب کہ تاج برطانیہ کا کوئی ہمسر سمجھا

گاندھی کا شطرنج

گاندھی نے عجب چوپٹ و شطرنج کھلاڑی ہے
کوئی گاٹ تو مر چکی ہے تو کسی کی گرفتاری ہے
تاہم بھی پکٹنگ کا سلسلہ ہر طرح جاری ہے
کہیں مد نظر بزاز ہٹہ ہے تو کہیں آب کاری ہے
کسی دوکان پہ مرد کھڑا ہے تو کسی پہ ناری ہے
کہیں محمد نواز ہے تو کہیں رام گردھاری ہے
گو کثرت سے بٹیروں کی تعداد و شماری ہے
لیکن صیاد کا جال بھی بے انداز بھاری ہے
حد سے بڑھی قوم کے سر پہ ظلم و جفا کاری ہے
المدد شاہِ کریمی کہ اب تیری باری ہے
معاملہ دیوانی تھا لیکن اب بعض جگہ فوج داری ہے
جس کے سبب سے عالم میں نالہ بکا اور آہ وزاری ہے

اس تحریک نے اس قدر کاروبار کی جڑ ماری ہے
کہ بڑے بڑے تاجران نے دیوالے کی درخواست گزاری ہے
ہزار شکر ہے پرورگار کی ذات کا استاد
کہ اب اخباروں کے ذریعہ سنی جاتی صلح کی تیاری ہے

ترجیع بند

افسوس وہ ماہر و وقت شباب گیا
میرے دل کا سرور اور موج شراب گیا
اندھیرا ہوا جہاں میں جب و رخ ماہتاب گیا
آہ دل مجروح فرقت کا دے کر عذاب گیا
دل ہی کی دل میں رہی بات نہ ہونے پائی
دم آخر اس سے ملاقات نہ ہونے پائی

قافیہ

ان کے لیے ہے لکھ دیا ہم نے یہ لشکر قافیہ
ڈھونڈتے پھرتے تھے جو اہل سخن ور قافیہ
کیوں کرو تم ورق گردانی کسی دیوان کی
جب پیش خدمت ہوگیا ہے ایک دفتر قافیہ

شوق کی گردن جھکا کر جب پڑھو گے بار بار
پاؤ گے اس میں ہی تم بہتر سے بہتر قافیہ
جس طرف یہ حکم دے تعمیل کرتا ہے ادھر
بس اک قسم کا سمجھ لو شاعر کا دلبر قافیہ
ہر طرز کا باندھ کر تم کو دکھا دوگا جناب
آج کل عالم ہے استاد اور افسر قافیہ

ترکیب بند

مشہور جو عالم میں میرے عُشق کا افسانہ ہوا
آہ دشمن جاں سب اپنا بیگانہ ہوا
وہ کون سا آفات ہے جو مجھ پر نہ گذری
نہ جسم میرا جس کی تیغ نگاہ کا نشانہ ہوا
سخت جاں کے باعث بچاتا ہوں ورنہ کس طرف
زخمی و گھائل بسمل نیم اور تلملا نہ ہوا
اس گلشن دہر میں مثال سیماب رہا ہوں میں
ایک چکر و بگولہ اور انقلاب رہا ہوں میں

قطعہ

جب وہ اغیار سے دو چار ہوتا ہے
دل پہ سخت اضطراب و قلق ہوتا ہے
میرا رشک بھی ایک قسم کا دنگل و تھیٹر ہے
جمع ہر روز تماشائی خلق ہوتا ہے

مثلث

تیرے قدموں میں یا مولا نکل جائے میرا دم
اٹھائیں نہ محشر میں مصیبت رنج اور غم
بجز تیرے نہیں رکھتے محبت غیر کی ہم

ہلاکو خاں

کہہ دو جا کر رہبر و امام سے
شاعری بھی کم نہیں الہام سے
دل نہیں ڈرتا کسی وریام سے
گر لڑے سہراب و رستم سام سے
جلاد بھی لرزے میرے قتلام سے
کانپے ہلاکو خاں میرے اجسام سے

اترے جب ملنے کو بالا بام سے
ہوگیا محشر بپا ہر گام سے
استاد اب ٹھہرے نہ روک و تھام سے
گر تسلا بھی کرو اشٹام سے

ایک دوست کے گھر لڑکا تولد ہونے کی خوشی میں

اس لیے سرتان بنھ آج کل غزل گاتا ہوں میں
بوئے گل کو زندگی کا رازداں پاتا ہوں میں
آگے آگے دیکھنا یہ آپ نے دیکھا ہے کیا
یہ پری پیکر کا کیا کیا ناچ نچواتا ہوں میں
یہاں تلک مجھ کو خوشی ہے ایسے شمس و قمر کی
نوٹ چاندی چیز کیا ہے پونڈ لٹواتا ہوں میں
روٹھتا ہے اور من جاتا ہے ادنےٰ چیز پر
جب اسے چینی کی بلی ہاتھ پکڑاتا ہوں میں
رشک سے جلتے ہیں دفتر مانی و بہزاد کے
جب رخ تنویر کی تصویر کھچواتا ہوں میں

لمپ گیس و بیٹری کچھ تاب رکھتے ہی نہیں
جب کبھی چہرہ مثال برق چمکاتا ہوں میں

بہت ایسے ہیں کہ عزت کریں استاد کی
چند ایسے ہیں جنے ایک آنکھ نہ بھاتا ہوں میں

جناب حامد مختار صاحب سپرنڈنٹ پولیس گجرات

پولیس میں بہت دیکھے ہیں جابر و تیز سپرنڈنٹ
لیکن مختار حامد بے نظیر ہیں ولآویز سپرنڈنٹ

خدا رکھے سلامت با کرامت ان کو لاکھ سپرنڈنٹ
کیونکہ ہے یہ ایک جام محبت کا لبریز سپرنڈنٹ

ان کے اخلاق و محاسن کو تبی یاد کرو گے جناب
جب کوئی ضلع گجرات میں آ گیا قیامت خیز سپرنڈنٹ

بڑے بڑے عظیم الشان انسان آتے ہیں خدمت میں
جب کبھی دفتر میں لگا کر بیٹھے ہیں کرسی و میز سپرنڈنٹ

جان پہچان والے ان کو پہچان سکتے ہیں دیسی
ورنہ اجنبی کو یہی پتہ چلتا ہے کہ ہے کوئی انگریز سپرنڈنٹ

شوق کی دور بین سے اہل اجلاس دیکھ لیں بار بار
کیونکہ یہ کسی اور جگہ ہونے والے ہیں جلوہ ریز سپرنڈنٹ

کون آئے مد مقابل جب کہ کرچ اور تیغ و خنجر
اپنے ساتھ ساتھ رکھتے ہیں فتح نصرت و پرویز سپرنڈنٹ

پبلک میں مشہور ہے ان کی ہر دلعزیزی استاد
کیونکہ نہیں کرتے تھے اعلیٰ اور ادنیٰ سے نفرت وگریز سپرنڈنٹ

ملک الشعرا کا خطاب اور اس کا شکریہ

اول حمد لکھ دلا اس خدا کا
کہ مالک ہے جو ابتدا انتہا کا

کرو ذکر پھر سرور انبیاء کا
کیا سیر جس جا کے عرش علا کا

نہیں آسرا کوئی تیرے و رسوا کا
اس ادنیٰ گنہگار عاصی گدا کا

عنایت سے تیری بلندی پہ پہنچا
ہوا نہ میں محتاج بال ہما کا

شکر لاکھ ان کا جنہوں نے ہے مجھ کو
دیا لقب و خطاب ملک الشعراء کا

سدا گیت گاتا رہوں گا خوشی سے
تمہاری محبت و شفقت عطا کا

دلا خوش بخوش ہو کے دامن کو بھر لو
کھلا باب ہے آج مہر و وفا کا

بدل جاؤ تم بھی خیالات اودھر کو
جائے بدل جس طرف رخ ہوا کا

کبھی بی اے ایم اے پی ایچ ڈی ہوں
کبھی نام پاتا ہوں فخر الشعراء کا

آتش عشق نے ہے مرجھایا چہرہ
میں ورنہ رشک تھا شمس الضحا کا

عجب کشش الفت تو سیر سخن ہے
لیا چھین دل جس نے ہر دلربا کا

گذر گئے وہ جب گمنام میں تھا
اب تو چرچا ہے عالم میں میری صدا کا

اگر اثر ڈالے نہ یہ سخن میرا
تو بے شک ہوں مستحق اک سزا کا

کوئی بشر اس وقت ایسا نہ ہوگا ٭ جو نہیں شیفتہ میری طرز ادا کا
کچھ اب کے مشاعرے پڑی گڑبڑیشن ٭ ہوا رنج دل کو تاریخ التوا کا
اگر مل گئی مجھ کو استاد فرصت ٭ تو ہمسر نکالوں گا بانگ درا کا

محمد حسین شوق باغبان گجراتی

بیلرزوں کی طرح اڑا دوں تیرا نکوڑا محمد حسین
اور کہ پھر تو جائے گا کسی ڈاکٹر کے پاس دوڑا محمد حسین
آج تم کو میں یہیں پہ ڈگر وتیر کردوں گا
پڑ نہ جانا جلدی ہی دل سے تنگ و سوڑا محمد حسین
ایسا تیرے تن بدن کے ساتھ رہوں گا دلچسپی سے
جیسے شراب کے ساتھ کباب اور مچھلیو پکوڑا محمد حسین
کسی شخص کو جرأت نہ ہوگی کہ میرے پنجے سے چھوڑائے
ایسا تیرے سرکوزانوں سے دبا رکھوں گا مثال کسوڑ محمد حسین
پندرہ اپریل سن اکتیس کو جو تم نے ہجو پڑھی تھی
اس کے جواب میں ہے آپ کی خدمتیں میٹھا گندوڑا محمد حسین
تب تک میرے رگڑے سے رہائی دشوار ہوگی
جب تک نہ اوپر سے کوئی لگائے آہنی ہتھوڑا محمد حسین

تیری بلندی کو کبھی عمر بھر نہ حاصل کر سکو گے
چونکہ تم ایک پستے اور ناٹے قد کے آدمی ہو مثل جلوڑا[1] محمد حسین
شعر و شاعری سے تمہیں کیا تعلق ہے طفل ناداں
جاؤ بھینسوں کا گوبر کھچو[2] پکڑ کر ہاتھ میں پھوڑا محمد حسین
تو نہیں جانتا کہ میں شیر ببر کا حکم رکھتا ہوں
خون پی جاؤں گا اور ایک ایک کرکے رکھ دوں گا چار چوڑا محمد حسین
چونکہ مد مقابل آئے بہ خیال حریف و حاسد
اس لیے استاد نے چند حروف کا دیا ہے جواب تلخ و کوڑا محمد حسین
ہم نے مانا کہ تم پورے ہو چور و ڈاکو محمد حسین
لیکن میں بھی ہوں تیری جان کیواسطے خلاصہ ہلاکو محمد حسین
جراح و ڈاکٹری کا ہنر و کسب ہر طرح جانتا ہوں
شب و روز میرے پاس رہتے ہیں نشتر و چاقو محمد حسین
خدانخواستہ[3] گجرات میں تیری قبر کے لیے جگہ نہ ملے
تو پھر انشاء اللہ میں بھیج دوں گا کالے شاہ کا کو محمد حسین

---

1. جلوڑا اس میں کوئی حرف زائد نہیں ہے۔
2. کھینچو
3. پہلے مصرعہ میں خدانخواستہ اور دوسرے میں انشاء اللہ صنعت و رعایت کے شاہکار ہیں۔ خاکم

تم ایک باغبان کے لونڈے بچے ہو سبزی فروش

میں قوت رکھتا ہوں زبسکوں گاماں امام بخش وحا کو محمد حس

ویسی روز پیتے تھے اور کہتے تھے واہ کیا کہنا ہے

آج میں تم کو پلا کر چھوڑوں گا پشاوری تما کو محمد حس

استاد کہتا ہے کہ تم رعب بزم سے تھرتھرا رہے ہو

بس تمہارا نام ہونا چاہئے اِس لیے وہڑا کہ محمد حسین

حالات معطل[1]

زبان کسی سے کل یہ آوازہ نکل گیا

ہے تیرے دشمنوں کا جنازہ نکل گیا

میں نے کہا کہ شکر ہے اس ذات پاک

بوسیدہ نہ ہوا تھا تازہ نکل

سیکرٹری نے جب سنے حالات معطل

چہرے سے رنگ و سرخی و غازہ نکل گیا

---

[1] تعطل کی اصلاح شدہ صورت ہے۔ یہ نظم اس موقع پر لکھی گئی ہے جب کہ سیکرٹر
جس نے استاد صاحب کو معطل کیا تھا۔ بعدازاں بعض اور پیش آمدہ وجوہ سے
معطل کیا گیا۔ خادم

پھٹے سرے اجلاس ہیں اکبر جبریل

مجلس بھری سے ملاں دو پیازہ نکل گیا

پبلک تمام خوش ہوئی اُستاد ہے جب سے

سرکش طبیعت گردن فرازہ نکل گیا

حصہ دوم

صورِ اسرافیل

اقبال برطانیہ

ہو خیر خواہ تم جو برطانیاں[1] کے — تو مالک بنو گے بھی سلطانیاں[2] کے
بگڑو گے مثل ہندوستانیاں[3] کے — تو ہمسر بنو گے بھی زندانیاں کے

ہے دنیا میں ہر شے خوشامد سے ملتی
سوا اس کے ہے رفت آمد سے ملی

الب ہے جب تک ہے[4] ستارہ حکومت — نہ جائے گا ہرگز یہ ہارا[5] حکومت
قابل میں آئے جو دارا حکومت — کرے گی اسے پارہ پارہ حکومت

فوجوں میں دیکھے نظارے عجب کے
کہ جنگی ہیں سامان غیظ و غضب کے

ر جا کے دیکھو بھی سامان طوفانی — تو کہہ دو گے تم ہے غضب آسمانی
جیوں[6] جیوں تکو گے تو ہوگی حیرانی — چاہے مرد ہو یا کہ کوئی زنانی[7]

تجربہ شرط ہے تو آزما کے دیکھو
ذرا چھاؤنیوں میں چکر کھا کے دیکھو

ڑا خوفناک ہے سامان جنگ کا — لگا ہے کہیں ڈھیر توپ وتفنگ کا
کھا سلسلہ کیا عجب طرز ڈھنگ کا — اگر ایک دیسی ہے دو جا فرنگ[8] کا

نہ عالم میں ہوگی مساوات ایسی
اخوت، محبت، عنایات ایسی

برطانیہ [2] عقبیٰ حکومت۔ بادشاہی [3] مراد اہل کانگرس [4] آفتاب مفقود مراد حکومت کا ستارا ہے۔ [5] یعنی یہ حکومت کسی سے شکست نہیں کھا سکتی۔ حکومت کا مذکر استعمال قابل توجہ ہے۔ [6] جوں جوں [7] یعنی عورت [8] یعنی دوسرا

ہے اک اک جواں ثانی شیر ببر کا — نہیں جن کو ذرہ بھی خوف و خطر کا
یہ فخر و گماں کوئی تیغ و تبر کا — نہ رکھتے ہیں پرواہ[1] وہ خالد عمر کا

صفیں چیر دیتے ہیں دشمن کی ڈٹ کر
یہ دم بھر میں رکھتے ہیں لاکھوں کو کٹ[2] کر

نہ جب تک کوئی دے تحریری نوشتہ — نہیں جوڑتے اس سے ہرگز یہ رشتہ
عیسیٰ ہو مریم یا کوئی فرشتہ — گو کس قدر ہو بھی وہ اعلیٰ شائستہ

کسی شخص کا دم دلا سا نہیں کھاتے
اسی واسطے الٹ پاسا[3] نہیں کھاتے

کہیں لے بھی جائیں جو لشکر چڑھا کر — تو پھر سوچتے ہیں مخالف بلا کر
ہے بہتر چلے جاؤ تم بچ بچا کر — نہ گلزار ہستی کو رنگ حنا کر

مروانہ ڈالو یہ خلقت[4] خدا کا
نہ دکھلاؤ ان کو وہ نقشہ فنا کا

گئے پہنچ نرمی سے شرق و غرب تک — تصرف ہیں رکھتے یہ چین و عرب تک
ہے بے قراری دلوں کو یہ تب تک — فتح نہ کر لیں گے یہ عالم کو جب تک

کہاں اوج پر ہے سفیدی[5] شکل کا
جو کالے کو دیکھو تو بودا عقل کا

۱ پرواہ کا مذکر استعمال ۲ یعنی کاٹ کر ۳ پاسا طرف مراد جگہ شکست ہے۔
۴ خلقت اس جگہ مذکر ہے۔ گویا اینٹ کا روڑا بنایا گیا ہے۔ ۵ مطلب یہ ہے کہ
آج کل سفید رنگ والی قوموں کا ستارہ چمک رہا ہے۔

ر ایک سلطنت میں ہے وکالت ان کی — تھانے تحصیلیں عدالت ہے ان کی
اہوں کو مارے جلالت ہے ان کی — عرش پر ترقی کے حالت ہے ان کی

بناؤ کوئی بشر یاور بخت کا
بنا ہو جو معراج لنڈن تخت کا

دم جس جگہ بھی ٹکایا انہوں نے — اسے رشک جنت بنایا انہوں نے
ہذیب عمل سب سکھایا انہوں نے — ویرانوں کو کیا کیا سجایا انہوں نے

زمانے نے ان کی لیاقت کو مانا
قوت صفائی کی طاقت کو مانا

کومت نے کیا نہ بتایا ہے ہم کو — بی اے اور ایم اے پڑھایا ہے ہم کو
ہذیب عمل سب سکھایا ہے ہم کو — حیوانوں سے انساں بنایا ہے ہم کو

ترقی کیا، شان و شوکت کو دیکھا
زور دولت و جاہ و حشمت کو دیکھا

و حکمت میں دیکھو مسیحا کے ثانی — نصاف[1] عدل میں ہیں نوشیروانی
ر گفتگو میں ہے وہ خوش بیانی — کہ لیں جن کی تصویریں بہزاد و مانی

کرے کون دعویٰ بھلا ہمسری کا
جو جزوِ بدن ہو نیا قیصری کا

کومت نے کھولے خزانے علم کے — مٹا ڈالے دفتر پرانے علم کے
کھا ہیں جواہرات کان علم کے — قدر دان اصلی ہیں شانے علم کے

دینا میں ایسا اکابر نہ کوئی
مطلق ہے ان کے برابر نہ کوئی

۱ انصاف

کہاں تھے یہ اسکول و کالج مدرسے — جو آتے نظر ہیں مثالی بدر سے
مسلسل پڑھے ہو جہاں تم قدر سے — مقولات سیکھتے ہو کیا آب و زر سے

کرو شکر دل سے حکام وقت کا
بلند اُوج پر ہے جو یاور بخت کا

بلو نہ کسی کو سوائے حکومت — چلو جس طرح سے چلائے حکومت
ہمیشہ رہو زیر سائے حکومت — جھکو جس طرح سے جھکائے حکومت

یہی شان و شوکت یہی آبرو ہے
سوا اس کے اِنسان باغی عدو ہے

ملا ان کو خلاصہ ترقی کا رستہ — کیا سر کو خم جور ہے دست بستہ
اکڑنوں دکھا کر تو پڑتا ہے پھستہ — دگر اور ہوتے ہیں حالات خستہ

ہے رنجوں کا دفتر بغاوت نہ رکھو
حکومت سے ہرگز عداوت نہ رکھو

کسی کو تو کونسل کا ممبر بنایا — کسی کو ہے لفٹین و میجر بنایا
کسی کو ہے کرنل کمشنر بنایا — کسی کو کہیں کا گورنر بنایا

دیئے عہدے تم کو حکومت نے کیا کیا!
کیا شور تیری رعونت نے کیا کیا

عنایات برٹش سے ڈاکٹر بنے ہو — پلیڈر، وکیل و بیرسٹر بنے ہو
شریفوں بزرگان مسٹر بنے ہو — خبار و گزٹ کے ایڈیٹر بنے ہو

ملی تم کو عزت کی کرسی فرش پر
کیا اب پونچنا چاہتے ہو عرش پر

پڑا جب کسی کو وقت مشکلت کا — ہوا ہے وہ محتاج اسی سلطنت کا
مٹاتے ہیں جھگڑا یہ ہر مملکت کا — وجود ان کا چشمہ ہے اک مصلحت کا

سنو غور سے جو ہیں ارشاد کرتے
شاگردوں سے سب کو ہیں استاد کرتے

تم حاکم کی مرضی رضا کو پچھانوں — پوچھو نہ بلکہ ادا کو پچھانوں
زمانے کی چلتی ہوا کو پچھانوں — فنا کو نہ دیکھو بقا کو پچھانوں

کیوں کٹو چند روز یہ حسرت کی زندگی
گزارو عزیزان عشرت کی زندگی

کبھی حاکموں کے مقابل نہ ہونا — فتنہ فسادوں میں شامل نہ ہونا
شور و شر کا بھی عامل نہ ہونا — ہماری نصیحت سے غافل نہ ہونا

ہمیشہ برادر رہے یاد تم کو
کہ جو کچھ کہاں ہے یہ استاد تم کو

استاد امام الدین چرچل کے لباس میں

حد درجہ امیدی و حسرت ارماں سے ہم
لے سر اٹھا رہے ہیں کسی آستاں سے ہم
جب کامیاب ہوتے ہیں ہر ایک میدان سے ہم
کیا ڈر سکیں گے دنیا میں ہلڑ طوفاں سے ہم

پامال کر دکھائیں گے دشمن کی فوج اوج
بدل لیں گے کروٹیں جبھی خواب گراں سے ہم

آیا نکل جدھر سے داخل وہیں کریں گے
کہتے ہیں قسم کھا کے حدیث و قرآں سے ہم

برق تپاں اور بم کے گولے کا کیا کہوں
لڑنے کی جرأت رکھتے ہیں توپ وہاں[1] سے ہم

اتریں گے نہ اتارے سے جب کہ چڑھ گئے
سر مست ہو کے بادۂ آتش فشاں سے ہم

اٹلی، فرانس، جرمنی، جاپان کیا ہوئے
دعویٰ لڑن[2] کا رکھتے ہیں سارے جہاں سے ہم

زندگی میں ملک گیری[3] تو ہرگز نہ دے سکیں گے
جب تک کہ مٹ نہ جائیں نام و نشاں سے ہم

سننا پڑے گا آپ کو غور و فکر سے سب
جو کچھ کہیں گے اس وقت تیغ زباں سے ہم

---

۱ توپ وہاں سے مراد منہ کا توپ نہیں بلکہ اضافت مقلوب ہے اور مراد توپ کا منہ ہے

۲ لڑنے مقابلہ کرنے

۳ یعنی دشمن کو کبھی اپنے ملک پر قبضہ نہ کرنے دیں گے۔ خادم

لڑنے سے منہ نہ موڑیں گے سمجھے یہ حکومت
سہراب و سام اور کہ رستم ایراں سے ہم

کرنا پڑا حریف سے جنگوں کا سامنا
اب دیکھیئے گزرتے ہیں کس کس مکاں سے ہم

عزت رہے یا زائل ہو مائل و جاں بھی
بس اف نہ کریں گے کبھی سود و زیاں سے ہم

کیوں ذکر کر رہے ہو تم ہٹلر کی ذات کا؟
لاحول پڑھ چکے ہیں جب ایسے شیطان سے ہم

اچھل رہے ہیں جب بحر و سمندر کی طرح سے
دولت و پونڈ نوٹ اور جنگی سامان سے ہم

امداد گورنمنٹ سے پچھڑے نہیں رہے
سر سکندر اور کہ سر آغا خاں سے ہم

دے ٹال ذات پاک مصیبت آلام کو
شب و روز دعا مانگتے ہیں آسماں سے ہم

برطانیہ جناب کو دیوے فتح خدا
لڑنے لگے ہیں جرمنی وحشی حیواں سے ہم

پنجاب و ہندوستان کو مطلع رہے استاد

بھرتی کے خواہش مند ہیں ہر نوجواں سے ہم

ہٹلر اور اس کا ظلم

کیا شور محشر اٹھایا ہے ہٹلر   تہذیب ادب گوایا ہے ہٹلر
بہشتوں کو دوزخ بنایا ہے ہٹلر   مکاں لا مکاں کو جلایا ہٹلر

کوئی قصہ اس کے ظلم کا نہ پوچھو
نقشہ تباہی عدم کا نہ پوچھو

غضب قہر کیا کیا دکھاتا ہے ہٹلر   کہ ہر سلطنت کو دباتا ہے ہٹلر
خونوں کے آنسو رلاتا ہے ہٹلر   نہ اک آنکھ ہم کو تو بھاتا ہے ہٹلر

سفاکوں[1] جلادوں کا یہ باپ دیکھا
تپ دق سے بڑھ کر یہ ہے تاپ دیکھا

ہٹلر کا والد یا ماں سپ[2] رہا ہے   خلف جن کا نا خلف یوں[3] ٹپ رہا ہے
افسوس خلق خدا کپ[4] رہا ہے   نہ کوئی روکتا ہے نہ اسے نپ[5] رہا ہے

غم و غصے سے ہے پیچ و تاب کھاتا
انی سو اٹھاراں سے ہے بڑ بڑاتا

کب تک یہ ظلموں کی گڈی چڑھے گی   آخر فلک سے زمیں پر پڑے گی
خلقت سبھی ڈور لٹ لٹ[6] کھرے گی   کاغذ کی بن بن کے پٹی اڑے گی

خدایا مٹا ایسا بانی ظلم کا
کہ ہم پر پڑا بوجھ وردو الم کا

---

[1] سفاک اور جلاد میں ف اور لام کو مشدد نہ پڑھیے [2] سانپ [3] اچھل [4] کٹ [5] پکڑ [6] لوٹ لوٹ کر لے جائی گی

دنیا میں جرمن حکومت نہ چاہیے   اس کے مٹانے میں غفلت نہ چاہیے
سطح ارض پر یہ سلامت نہ چاہیے   کوئی نام لیوا علامت نہ چاہیے

موذی ہے پوری جفا کاریاں کا
آتش فشاں اور بم باریاں کا

ہٹلر ہوا ان دنوں ہے دیوانہ   مٹا ڈالا جس جس نے ہے اپنا بیگانہ
کیا جو بھی حملہ سبھی وحشیانہ   مکانات شیشہ ہوئے سب ویرانہ

دنیا میں جرمن غضب کر رہا ہے
ظلم بے وجہ بے سبب کر رہا ہے

جرمن نے ڈالے فسادات کیا کیا   نکالے حرب ضرب آلات کیا کیا
ہوئی بموں گولوں کی برسات کیا کیا   فلک بوس گر گئے عمارات کیا کیا

سائنس کی دنیا کمال ہوگئی ہے
الٹ کر کے جان وبال ہوگئی ہے

چند ملکوں پہ دشمن فتح پا گیا ہے   جس نے ہر دل پہ خوف وخطر چھا گیا ہے
شب و روز غم ہم کو یہ کھا گیا ہے   وقت پیچھا دے کر جو پھیڑا گیا ہے

جس نے جنگوں کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے
وہ سابق ہمیں آزمایا ہوا ہے

پوچھو نہ ہٹلر یہ کیا کر رہا ہے   فریب و مکر اور دغا کر رہا ہے
وہ ہستی کو رنگ حنا کر رہا ہے   ظلم ستم کی انتہا کر رہا ہے

پیدا ہوا ہے یہ فرعون ثانی
یزید و شمر ملعون ثانی

تو اپنا فضل کرم کر یا الٰہی — بشر کر رہا ہے بشر کی تباہی
تڑپتے ہیں انساں مثل مرغ و ماہی — غضب ڈھا رہی ہے ہوائی لڑائی

لاکھوں کے نام و نشاں مٹ گئے ہیں
اٹلی فرانسو یونان مٹ گئے ہیں

بڑی سخت ہے اس کی قوت ارادی — دنیا میں جس نے ہل چل مچا دی
ہے یہ جنگجو اور لڑاکا فسادی — یہ مثل ہلاکو ظلم کا ہے عادی

استاد اس میں حکمت کوئی مصلحت ہے
ورنہ یہ چھوٹی سی اک سلطنت ہے

برطانیہ کو فتح یا خدا دے — بہت جلد دشمن کو نیچا دکھا دے
کوئی کامیابی کی صورت بنا دے — زمانہ مبارک ہمیں برملا دے

تیری بارگہ میں دعا کر رہا ہوں
مثل ولی اولیاء کر رہا ہوں

تھوڑا سا صبر اور دل بے قرار کر

منظور یہ دعا میری پروردگار کر
اٹلی، جاپان جرمنی اندر مزار کر
اک لکھ چوی ہزار پیمبر کے واسطے
ویران نہ یہ دنیا کا باغ و بہار کر

ہ جنگ ہاویہ ہے قیامت کا نمونہ
اٹھا ہے گلشن ہستی شور و پکار کر
شکل کے وقت کام آ میرے بھی ایک دن
موسیٰ کی طرح مجھ سے دار مدار کر
بھی خود آکے دیکھ لباس مجاز میں
خوں ریزیاں جہان کی درشن دیدار کر
زار ہا ہے مر چکی خلقت تڑپ تڑپ
مدھم یہ جنگ غضب کے شعلے شرار کر
تا کہ گفتگو میں ہیں گستاخ و شوخیاں
تاہم بھی اپنا فضل تو رب غفار کر
خر ملا تو یہ ملا استاد کو جواب
تھوڑا سا اور صبر دل بے قرار کر

ہٹلر کا سر کچلو

یہ مطلع رہے زید خالد عمر کو
کچل ڈالو رلمل کے ہٹلر کے سر کو
کوئی ہاتھ پاؤں پکڑے تو کوئی کمر کو

دم لینے دینا نہ اس فتنہ گر کو
سزااس کی یہ ہے ہر قصبہ و شہر کو

گھسٹ کر دکھاتے پھر در و بدر کو
جہاں پر بھی پاؤ توقف نہ کرنا

دھڑا دھڑ چلا دینا تیغ و تبر کی
تب تک نکالو بخارات دل سے

سد ہارے نہ جب تک عدم کے سفر کو
اگر مار ڈالو یہ فرعون ہستی

سمجھ کو کہ مارا یزید و شمر کو
برطانیہ کے سوا کون روئے

ظلم ستم قہرو جفا و جبر
استاد دن رات ہم باٹ کر کر

رکھ دو جلا کر کے دشمن کے گھر

بربریت اورصبر وتحمل

ہوتا ہے شیر نر کوئی مشکل کے سامنے
ہٹلر کی کیا مجال ہے چرچل کے سامنے

اتنا فقط سمجھتے ہیں نازی بچے کو ہم
سائل کھڑا ہو جیسا[1] فنا نشل کے سامنے

ودھر[2] تو بربریت ہے اوچھاپنی تمام
دھر[3] ہیں خاص صبرو تحمل کے سامنے

صدیوں سے یہ مانا ہوا دنیا میں ہے اصول
حق کامیاب ہوتا ہے باطل کے سامنے

ہونا پڑا پنجاب ہندوستان کو ضرور
ایسے بے رحم ظالموں[4] قاتل کے سامنے

میدان کار زار میں عزت رکھے خدا
ایسے مہیب مہلک او مہمل کے سامنے

لوڑ کبھی نہ ہو سکے ضیغم کے مقابل
کیا تاب لا سکے دیا[5] مشعل کے سامنے

پوچھو نہ کچھ بھی جنگ کی نسبت ہمیں استاد
ہوتے ہیں ہر محاذ پر کربل کے سامنے

---

[1] فنانشل کمشنر بالکل نئی تشبیہ ہے۔ [2] ادھر [3] ادھر
[4] نقل مطابق اصل ظالم وقاتل [5] چراغ

ظلم کی بم باری

کرے کیا انقلاباتِ[1] زمانے کو بیاں کوئی
اڑا کر پھینکنے کو ہے زمین و آسماں کوئی

کبھی شہر و ممالک جو کہ آئینہ سکندر تھے
غضب وقہر[2] سے کرتا ہے وہ مڑھیاں نیستاں کو

آگاہی اور ہوشیاری سے رہنا تاکہ نہ تم کو
ظلم کی بم باری سے بنائے کشتگاں کوئی

نہ بھاگے ہیں بھاگیں گے کبھی ساری حیات اپ
ہمارا کب تلک کرتا رہے گا امتحاں کو

کسی کی جو بگاڑے گا وقار اپنا اتارے گا
دکھا کر بربریت وحشیانہ شوخیاں کوئی

وعدہ ہو معاہدہ ہو نہیں اعتبار کے قا
اک ردی کا پرزہ ہے سمجھ عہدو پیماں کو

خدایا اپنی غیرت سے مٹا ایسے درندے کو
تباہ برباد کر چکا ہزاروں بستیاں کوئی

کرو استاد تم جلدی زیارت کا شرف حا
دیارِ حسن میں اترا ہوا ہے کارواں کوئی (طرح مصرع)

---

۱ نقل مطابق اصل۔ انقلاب زمانہ سے　　۲ غضب وقہر خا

جنگ اور قحط سالی

نگی سبب سے اس قدر قحط و گرانی ہوگئی
بہت مشکل ان دنوں ہے زندگانی ہوگئی

آٹا، دانہ، گڑ، شکر اور کھانڈ کیا
نمک، لکڑی، تیل کی مرثیہ خوانی ہوگئی

باوجود ہونے کے پیسے پاس شے ملتی نہیں
ہر بشر کی ہر زباں یہ قصہ کہانی ہوگئی

رہ گیا سودا سلف ملنے سے خاص و عام کو
کنٹرولر کی ہے جب سے راجدھانی ہوگئی

کیوں نہ روئیں کیوں نہ پیٹیں ان کو ہم
جہاز فنا میں موت جن کی ناگہانی ہوگئی

حسرت و افسوس ہے ان نوجوانوں کا ہمیں
نذر آتش ایک دم جن کی جوانی ہوگئی

تکتے تکتے سب طریقے الٹ فیشن ہوگئے
اس لیے جنگ و جدل بھی آسمانی ہوگئی

بھول جائیں گے سبھی رنج و الم اور سختیاں
فتح گر استاد ہمیں جرمن و جاپان ہوگئی

گجرات میں ہوائی اڈہ

نہایت شان وشوکت سے بن رہا ہے ضلع گجرات میں ہوائی اڈہ

جس کی تعمیر و عمارت نے کسی بھٹے پر اینٹ نہیں چھڈ

لوہا، لکڑی، چونا، سیمنٹ دھڑا دھڑ لے جا رہے ہیں

بڑے بڑے ٹرک لاری اور کہ ریڑھی گڈ

انسان تو درکنار کاروبار میں حیوانات بھی لگے ہوئے ہیں

گدھا، خچر، گھوڑا، ٹٹو، بیل، سانڈ اور کہ سنڈ

ہر چیز کا ذخیرہ سٹور جمع ہو رہا ہے اس قدر

کہ شائد آتا ہے کوئی نوع بنی سے بڑھ کر طوفان

سطح زمین ارد گرد سب کی سب ہموار ہو چکی ہے

اب بالکل کہیں نظر نہیں آتا تو یہ ٹبہ اور کہ کھائی کھ

راج مستری لوگ تمام گھر بہ گھر چلے جاتے ہیں شب کو

لیکن مزدور لوگوں کا وہاں ہی دیکھا گیا ہے ٹنڈ پھوہڑی

بڑی بڑی دور سے مزدوری پیشہ لوگ آئے ہوئے ہیں

بالکل نوجوان مرد، عورتیں اور کہ بڈھا

ارد گرد کی آبادیاں اکثر بیزاری محسوس کریں گی

جب کبھی شروع کر دیا ہوائی جہازوں نے کھیلنا کوڈی

زک اندام مزدور لوگ بہت جلدی جلدی کام کرتے ہیں

لیکن معمار لوگ سست رفتار کو کہتے ہیں ٹھوس اور جڈہ

ستاد گجرات میں دو شخص کمال کا ساہوکارہ کر گئے ہیں

ایک تو شیخ میر بخش اور دوسرا لالہ گنپت چڈہ

ٹاؤن ہال گجرات اور کھانڈ

خوب بکتی تھی ٹاؤن ہال میں کھانڈ

کسی کے منہ پہ مکہ پڑتا تھا اور کسی کو چانٹ

بعض چھتریاں تانے آتے تھے بوجہ بارش

اور بعض سر پر لاتے تھے بڑے بڑے برانڈ

اچھا خاصا غل غپاڑہ تھا اور کہ شورو شر

دیکھنے سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ تماشہ ہے بھانڈ

گملے شملے دروازوں کے شیشے توڑ کر فنا کرتے ہیں

جب کبھی سپاہی اندر سے کرتا تھا ڈنگ کی پھانڈ

نوکر چاکر افسراں کے بارہا دفعہ لے جا چکے تھے

اس لیے افسوس کے ساتھ روتی تھیں وہ عورتیں وہاں رانڈ

اکثر پوٹلیاں گٹھڑیاں باندھ کر لے جاتے تھے

جو آدمی چست و چالاک اور شیر و دلیر تھے مثال سانڈ

طاقتور تونگر دھڑا دھڑ رومال و تولیہ ڈالتے تھے
لیکن افسوس غریب غربا کو ملتا تھا ہفتہ کا ریما
ایک وقت تھا کہ ہر گلی کوچہ میں فروخت ہوتی تھی
لیکن آج دیکھا جاتا ہے کہ ڈپٹی کرتے ہیں کھانڈ کی کمانڈ

بلیک آؤٹ

حکومت بلیک آؤٹ جو جابجا کی
یہی شکل و صورت ہے تیرے بچا کی
کسی نے اگر روشنی بر ملا کی
تو دیکھے گا آفت مصیبت سزا کی
کرے گا نہ تعمیل جو اس حکم کی
تباہ ہو رہے گا قسم ہے خدا کی
بچو اے عزیزو! بزرگو! رئیسو!
کہ دشمن نے اٹھائی ہے جورو جفا کی
خدا نے دکھائے قیامت کا نقشہ
کہ ڈھوڑ اوڑ جاتی ہے ارض و سما کی
اندھیرے کا طوفاں آبادی میں رکھنا
یہی اصل منشا ہے چال و چالاکی

سمجھیں نہ سمجھیں لیکن پھر بھی ہم نے
گذارش عرض کر دیا انتہا کی
استاد دشمن کا بم بات کرنا
ہم معنی ہوتا ہے موت و قضا کی

ٹیونیشیا کی فتوحات [1]

ہزار ہزار اور لاکھ لاکھ مبارک آپ کی خدمت میں حضرات
کیونکہ ملک افریقہ میں برطانیہ کو ہوئے ہیں کمالات [2] کے فتوحات
قدرت نے تھوڑے عرصے کامیابی کے اسباب پیدا کئے ہیں
منطق و ریاضی اسے کہئے یانکہ [3] کرامات و معجزات
دشمن کا شورو شکر اور میدان کار زار وہاں باقی نہیں رہا
اب سب پہ ہمارا قبضہ ہے جس قدر تھے متعلقہ علاقہ جات
دنیا میں کوئی بادشاہ ہم نے ایسا نہیں دیکھا جیسا کہ جرمن
بالکل نالائق، پاگل، بیوقوف احمق، دیوانہ، وحشی اور واہیات
خدا نہ دکھائے شکل و صورت جرمن جاپان واٹلی کی
چونکہ وہ بے تحاشہ کرتے جاتے ہیں خونریزی اور کہ قتل وگھات

[1] نظم جدید بحر میں ہے طوالت سے گھبرائیے نہیں۔ [2] کمالات جمع بمعنی واحد ہے [3] نقلی اصلی یا کہ خادم

شکست خوردہ لشکر افسوس وماتم کی صف بچھانا چاہتے ہیں

لیکن ہٹلر نے بھیج دیئے فوراً رکاوٹ کے خاص پیغامات

لاکھ ہا قید و بند میں آئے ہیں اور بہت زخمی لاپتہ بھی ہوئے ہیں

لیکن جو مر چکے ہیں ان پہ ہو بطور انسانی ہمدردی فاتحہ وصلوات

ہمارے جنگی لیڈر نہایت اعلیٰ شخصیتوں کے مالک ہیں

مسٹر چرچل، رورویلٹ جنرل ویول جو کرتے ہیں دشمنوں کو ما

صاحب صدر گورنر کمانڈنگ و دیگر صوبیداران کو یاد رہے

کہ پنجاب ہندوستان محسوس کرتا ہے آپ کے جنگی مشکلا

افریقہ ٹیونیشیا کی آبادیاں کیا ویرانے آباد ہوتے ہیں تیرے دم سے

خدا کرے کہ آپ کا دخل ہو شرق غرب جنوب وشمالا

قحط سالی نے دبا رکھا ہے استاد ورنہ اس وقت نچھاور کرتا

روپے پیسے پونڈ نوٹ ہیرے موتی اور کہ جواہرا

گانگرس کی قتل وغارت

عجب کانگرس کار نامہ دکھایا

فنا کر دیا جو مقابل میں آیا

بنکوں خزانوں کو لوٹا

بہت تھانیداروں کو زخمی کروایا

اس قدر قتل و غارت کا بیڑا اٹھایا

کہ لاکھوں کی جانوں کو زندہ جلایا

کہیں تار توڑا تو کھمبا گرایا

کہیں لائن گاڑی کو پوٹا پوٹایا

کہیں سٹیشنوں کو ہے آتش لگایا

کہیں چلتی ریلوں پہ پتھر چلایا

کہیں پختہ سنگیں عمارت کو ڈھایا

کہیں مار مردے پہ مردہ چڑھایا

کہیں اعلیٰ افسر سے ہتھیار چھن کر

نہروں وی تالہ دریا ڈبایا

جتھہ جس طرف باغیانہ سدھایا

ملازم پکڑ خاک و خوں میں رلایا

بنگال، مدراس، یوپی علاقے

بڑے غضب قہروں کا طوفان مچایا

اندازہ جو نقصان رپوٹر لگایا

جمعبندی میں اس کو سو لکھ پایا

بہت کچھ ظلم ستم ہویا ہوایا
مگر مختصر کر کے میں نے سنایا

سوا مسلمانوں کے استاد کیا کیا
گاندھی کے چیلوں نے آندھی جھلایا

استاد امام الدین فوجی لباس میں

قدرت مجھے جو اک دفعہ کردے وزیرِ جنگ
جرمن، جاپان کو پکڑ ہستی بگاڑ دوں
بمباٹ اس قدر کروں دشمن کے ملک پر
پتھر، فولاد، آہن اور پہاڑوں کو ساڑ دوں
سر پر قدم رکھے ہوئے بھاگیں سبھی حریف
ہر مورچے محاذ سے ایسا پچھاڑ دوں[1]
زندوں کو ماروں مار کے گور و کفن بغیر
طوفان بے تمیزی اک لاشوں کو چاہڑ دوں[2]
لشکر تو رہے اک طرف گورنر کمانڈ چیف
جنگل کے شیر کی طرح میں چیر پھاڑ دوں
کردوں چڑھائی اس قدر غیظ و غضب کے ساتھ
ہر موقع اور محل سے قبضے[3] اکھاڑ دوں

[1] پسپا کردوں [2] پنجابی بمعنی چڑھادوں [3] دروازہ کے قبضے نہیں بلکہ علاقہ پر قبضہ مراد ہے

دست اور بدستی جنگ بھی ہوتی ہے کوئی جنگ
دشمن لگائے ایک تو دو چار گھاڑ دوں
جرمن جاپان اٹلی کو دل چاہتا ہے استاد
نکلے ہوئے جدھر سے ہیں اودھر کو واڑ دوں

انجمن ترقی اردو اور استاد امام الدین

کھلا جب سے دفتر ہے اردو ادب کا
مقابل میں نکلا ہے حاسد نہ جب کا
لر قوم کیا جانے شائستگی کو
مانا ہوا ہے یہ اصول کب کا
زبان پہنچ جاتی ہے اوج و فلک پر
لگا جس پہ ہو زور جگر و قلب کا
خدا ان کو زندگی تو دائمی عطا کر
جو کہ احساس رکھتے ہیں قوم و مذہب کا
دا ہم بانگ دہل دے چکے ہیں
مٹاؤ تقاضا جلد روز و شب کا
ری صفائی سے نسبت نہیں رکھتے
نہ شیشہ سکندر نہ شیشہ حلب کا

پرانے وثیقے بزرگوں کے دیکھے
ملک میر پاتا ہوں حسب و نسب کا
آزما کے دیکھا ہے استاد ہم نے
عامل عمل کا ہے طالب طلب کا

آنکھیں اور سرمہ نور خدا

مثل ہے کہ دنیا میں نعمت ہیں آنکھیں
ہے بخشش خدا کی یہ رحمت ہیں آنکھیں
اگر بالمقابل ہو عالم کی دولت
بڑی بے بہا بیش قیمت ہیں آنکھیں
حفاظت کرو تم عزیزو بزرگو
کہ جب تک تمہاری سلامت ہیں آنکھیں
سمجھ رہنا پیرو مرشد انہی کو
تیری چاند سورج کی نسبت ہیں آنکھیں
اگر بشر سمجھے تو اس جگ میں اس کو
بہشت بریں اور جنت ہیں آنکھیں
کرو عمل استاد نور خدا کا
تیری خاص آئینہ قدرت ہیں آنکھیں

دیگر

ہمارا یہ جو شخص پائے[۱] گا سرمہ
سے حق کا جلوہ دکھائے گا سرمہ
مقوی بصر ہے ممیرے کا ثانی
نظر تیری روشن بنائے گا سرمہ
سرخی چشم اور پڑ بال ککرے
سبھی دھند جالا گوائے گا سرمہ
پانی ہو جاری یا خارش پڑی ہو
ہر اک دکھ درد کو اڑائے کا سرمہ
ڈھلکہ نا خونہ شب کوری پھولا
نہ کیا کیا بیماری مٹائے گا سرمہ
حقیقت میں استاد نور خدا ہے
جو قوت بصارت بڑھائے گا سرمہ

دانت اور منجن[۲]

جس جس طرف کو یہ جاتا ہے منجن
عجب جوہر اپنے دکھاتا ہے منجن

---

[۱] ڈالے [۲] منجن بھی استاد صاحب کا تیار کردہ ہے۔ خادم

گو کس قدر ہوں بھی میلے کچیلے
سبھی ریشہ بلغم گواتا ہے منجن
کلیاں چنبیلی جواہرات و موتی
ستارے فلک کے بناتا ہے منجن
چمک دار بنتے ہیں مانند چاندی
اک دو دفعہ جو لگاتا ہے منجن
سرد گرم ہونا مسوڑوں کا دکھنا
درد وہڑ فوراً مٹاتا ہے منجن
کیڑے ماسخورے کی نسبت یہ استاد
ہاتھوں پہ سرسوں جماتا ہے منجن

بخدمت سمندر خاں سپرنٹنڈنٹ دفتر کمشنر راولپنڈی

سمندر خاں کی خدمت میں پڑا ہے ایک کم[1] میرا
اگر وہ ہوگیا جلدی تو مٹ جائے گا غم میر
سمندر صفت رکھتے ہو تو اک قطرہ عطا کرنا
رہے گا پھر ہمیشہ سے سر تسلیم خم میر
بیڑا پار ہو جاوے گا تب بحر و سمندر سے
جب عادل خاں سنا دیوے گا سب نثر و نظم میر

[1] کام

چالی سال گزرے ہیں میدان شعر میں مجھ کو
مگر اب تک نہیں پہنچا بلندی پر قدم میرا
ہزاروں سن چکے افسر قصیدے غزل کو پھر بھی
کسی کو نہیں محسوس ہوتا ہے دکھ درد الم میرا

اسیران سپیشل جیل گجرات میری یاد میں

نوٹ: سنہ ۱۹۴۲ء میں سیاسی قیدیان سپیشل جیل گجرات نے یوم استاد منایا۔ ایک نہایت شاندار مشاعرہ جیل کے اندر منعقد کر کے استاد صاحب کی مدح میں قصائد اور مضامین پڑھے گئے۔ اس موقع پر استاد صاحب سے بھی خواہش کی گئی کہ بنفس نفیس مشاعرہ میں شریک ہو کر اپنے تازہ بتازہ کالم سے حاضرین کو مستفید فرمائیں۔ اس دعوت کے جواب میں حضرت استاد نے مندرجہ ذیل نظم تحریر فرمائیں۔ مشاعرہ متذکرہ بالا کی مکمل و مفصل روئیداو گجرات گزٹ میں شائع ہو چکی ہے۔ خادم

یہ سنتا ہوں اسیران محبت یاد کرتے ہیں
مری نظمیں غزل پڑھ کر دلوں کو شاد کرتے ہیں
خدا رکھے سلامت با کرامت نوجوانوں کو
مسرت چھوڑ دنیا کی جو جیل آباد کرتے ہین
سبحان اللہ کیا کہنا ہے آزادی کی قیمت میں
عزیز و اقربا اپنے جدا اولاد کرتے ہیں

خداوند! یہ کیا حکمت ہے آزادی کے لفظوں میں
جو لاکھوں لکھ پتی پٹے ہستیاں برباد کرتے ہیں

درخواست ملاقاتی ضروری آپ نے دی تھی
مگر افسوس منظوری نہیں صیاد کرتے ہیں

خدا دے حوصلہ صبرو کناعت[1] آپ لوگوں کو
بدر گاہ خداوندی میں ہم فریاد کرتے ہیں

جرأت بازی دلیری سے گزر جاتے ہیں دن ان کے
مصیبت رنج میں جو کہ جگر فولاد کرتے ہیں

مجھے ٹیچر نہ سمجھو تم کسی اسکول و کالج کا
تخلص ہم جناب والا فقط استاد کرتے ہیں

بخدمت خورشید محمد صاحب سابق ڈپٹی کمشنر گجرات

خوش خلقی آتا نہیں ڈپٹی کمشنر بار بار
کب چڑھے اوج فلک پر ماہ و اختر بار بار

بے تعصب بے ریا پبلک کے حق میں بے مثال
وید کے قابل ہے یہ شیر غضنفر بار بار

آ نہیں سکتے ضلع گجرات میں بندہ نواز
ایسے چیدہ برگزیدہ اعلیٰ افسر بار با

[1] نقل مطابق اصل

وز شب چشموں میں ہے جب کہ تصور آپ کا
کیوں پھروں میں باب عالی پر یا دفتر بار بار

ندہ پرور سمجھئے مجھ کو تو میں ان سے نہیں
بن بلائے جو چڑھے جاتے ہیں سر پر بار بار

جب گیا میں ماہ مئی کی تیسری تاریخ کو
آتے نظر تھے ہر طرف اہل مدبر بار بار

جب ملاقاتی ملی تھی کرسی عزت مجھے
بس فقط میں دیکھتا تھا چہرہ قیصر بار بار

ہو سکے استاد کب ایسا شرف حاصل کرے
میری قسمت اور مقسوم و مقدر بار بار

بخدمت نصیر احمد صاحب سابق ڈپٹی کمشنر گجرات

سیر کی آمد ہے کہ رحمت ہے خداوندی
اب ہم کو ضرورت نہیں کچھ ظل ہمادی

پبلک بھی ایک صف میں ہے حکام وقت بھی
یکساں ہوئی حالت ہے آج شاہ وگدا دی

نسبت کسی نسبت نہیں ہے گیس و شمع . ہے

ہمسرے شکل جب کہ ایک برق ضیاد
وقت شباب قدم ہیں اقبال نے چومے

عادت ہے اور ہر طرح سے جودو سخاد
ان کی گفتگو سے ملتے ہیں سامان زندگی

بیمار کو حاجت نہیں رہتی ہے دوا د
پژ مردہ دل ہوں جس قدر حاضر سبھی آئیں

ہر شہر گلی کوچہ میں کر دو یہ مناد
خاموش سا رہتا ہوں پر استاد آج کل

تیزی ہے طبیعت میں مثل زیب النساد

ملک معظم جارج پنجم کی جوبلی

الفت بڑھانا اس طرح محکوم و حاکم چاہیے
رلمل منانا جوبلی ملک معظم چا

عیش و عشرت کی صدا گونجے فلک کے زیر بار
ایسی محفل مجلس و جلسے منتظم چا

تحصیل و تھانہ ہو آگاہ قصبہ بہ قصبہ گاؤں بہ گاؤں
ہر ملک ہر شہر میں یہ سخن بزم چا

وڑ کر خاص اپنے ذاتی کارو بار کو
جارج پنجم تذکرہ ہونا مقدم چاہیے

اں تلک بھی ہو سکے ہر گز نہ تم غفلت کرو
بادشاہ کا حق ادا کرنا مسلم چاہیے

رہے گا ایک دن یہ کام عظیم الشان بھی
مستقل پختہ ارادہ دل میں عزم چاہیے

شخص اپنی دکھا دے اس وقت زندہ دلی
رنگ برنگ ہونے تماشے اور طلسم چاہیے

ہے دعا استاد کی اے یا خدا وند کریم
جھولتا برطانیہ کا دائم پرچم چاہیے

اے آر پی کا لشکر

کھلا محکمہ جب سے اے آر پی کا
دخل ہو گیا اس میں ہے ہر کسی کا

کرو کام جلدی عزیزو بزرگو!
وقت یہ نہیں مطلقاً دل لگی کا

لاکھوں کروڑوں ہی بھرتی ہوئے ہیں
رہا نہ تمیز اس میں پی ایچ ڈی کا

جوش محبت یہاں تک دکھا دو

فرق نکلے ہرگز نہ ایک فیصدی

یہی راستہ ہے بچاؤ کا تیرے

طریقہ جدو جہد کوشش سعی

مقابل میں نکلے وہ میداں میں آکر

دعویٰ ہو جن کو بڑا ہمسری

براتی بناں بیاہ ہو رہا ہے

جرمن جاپان اور اٹلی کی دھی

خبر دار ہوشیار استاد ہو جا

وقت یہ نہیں تھر تھری بزدلی

نواب سر فضل علی مرحوم کی یاد میں

کیوں نہ ہو صدمہ دلوں کو غم الم رنجو ملال

صاحب بہادر فضل علی خاں کر گئے جو انتقال

سن بتالی انیس اکتوبر جمعہ کے روز

آئی ہوئی لے گئی آہ قفس تن سے روح نکا

تحقیق سے پوچھا جب ان کی زندگانی کا پتہ

کچھ بتاتے تھے پچھتر اور بعضے اسی سال

یوں تو لاکھوں چل رہے ہیں ان کے نقش قدم پر

پر یہ نکلے ایک ہی تھے سر سید کے ہم خیال

راؤ لاٹ جن کے باب عالی پر آئے

ضلع گجرات یہ ایک ہستی بے مثال

کہ کمشنر کہ فنانشل افسر تعلیم کہ

جن کی خاطر جگمگاتی بجلیاں شب کو کمال

آفریں تحسین کے قابل ہے ان کی زندگی

م ایسے کر گئے جو سخت تھے مشکل محال

آ سکے کوئی مقابل سیاستی میدان میں

کس کی طاقت کس کی ہمت اور تھی کس کی مجال

دو شخصوں نے ڈٹ کر سامنا کیا بھی تھا

ن آخر ہو گئے سہراب و رستم اور زال

ایک ہستی ایسی چل گئی افسوس دنیا میں جو تھی

ہیرے موتی کے برابر اور کر یاقوت و لال

سب نتیجہ آپ کی کوشش جدوجہد کا ہے

ک رہا ہے سنٹرل جو اس وقت دولت اچھال

مطلقاً ہوگا نہ ایسا لاہور و دلی میں ا
اس قدر اعلیٰ بنا کالج زمیندارے کا ء

کالج نہیں فردوس ہے اک گلشن ہستی میں وہ
خوشنما لگتا ہے جس کا پتہ ڈال ڈال

خاصے اس تعمیر کے بانی مبانی بھی ہو
بن گیا جن کا لحد ہے خاص کر مسجد کے

چھپ گئے گور و کفن میں آہ حسرت اور یاس
جو کبھی تھے آفتاب اور کہ برق جمال

سرکاری بھرتی دے چکے ہیں آج تک یہ بیں
جو ٹریننگ پاس ہو مصروف ہیں جنگ وجد

صدر ہونے کی وجہ سے بن گئے فوق البشر
اس لیے چومے قدم اقبال اور جاہ جلال

کام ڈسٹک بورڈ کے سب پنجہ قدرت میں
پر ان پر غور سے کرتے ہمیشہ دیکھ بھ

حکم حاصل کے سبب سے راست بازی میں رہے
ورنہ لاکھوں بھر کے لاتے چاندی اور سونے کے تھال

استاد ان کی ذات بابرکات کو بخشے خدا
بہتر گذرو جن کا سب سے مستقبل، ماضی اور حال

وزیرِاعظم سر سکندر کی یاد میں

یا کیا تو نے غضب ہے اے زمین و آسمان
ک کر ڈالا ہے تو نے ہماری خوشیوں کا جہاں

کل تلک تھا حکم حاصل جاہ وحشمت لیکن آج
زندگی اور موت کا ہے سر سکندر کی یہاں

م روتی و مبدم ہے اور عزیز و اقربا
رہا ہے ہر طرف نالہ بکا آہ و فغاں

کیا بتائیں پوچھتے ہیں دوست احباب کیا
آج گزرا ہے ہمارا اکبر و بابر ہمایوں شاہ جہاں

وں حسرت یاس ہے اک ایسی ہستی چل گئی
ں کا ستارہ اوج پر چمکا مثال کہکشاں

اے گلستان محبت اے قمر اے آفتاب
ہر بشر کی چشم ہے ماتم میں تیرے خونفشاں

رق و مغرب تلک آیا نظر ہم کو یہی
ملک ہر شہر میں اک حشر و محشر کا سماں

نہ دیا تقدیر نے موقع وصیت کا تجھے

ہو گئی ہے موت تیری آہ اچانک نا گہاں

افسوس لاکھوں اس جگہ پر فاتحہ خوانی ہو

ہو رہے تھے جس جگہ پر خاص جلسے شادیا

مانا کہ تو اس عہد میں سکندر ثانی ہوا

بڑھ گئی اسکندر اعظم سے لیکن تیری شان

فیض پہنچاتا تھا قبلہ! ہر کس و ناکس کو

جب کبھی ہوتا تمہارے خلق کا بحر روا

در حقیقت سو رہے ہو تم عدم کے خواب میں

بلبلیں گل رو رہے ہیں خون کے آنسو یہاں

سب حکم احکام تیرے راز سے ہوتے ر

ایک تھی بلکہ تمہاری اور حکومت کی زبا

کیا مدبر کیا ہی ماہر عقل و دانش کے دھنی

سب زمانہ کر دیا تیری سیاست نے حیراں

جب چلے تیرا جنازہ بی اے ایم اے تمام

چک لیا بردوش امراء و رئیس و افسرا

ہندو و مسلم سکھ عیسائی بہت تھے انگریز بھی

کم سے کم اک لاکھ ہوگا بچہ بوڑھا نوجواں

کیسے فخر کی بات ہے اس خطہ پنجاب میں

بے مثل تھے ایک تم ہی سلطنت کے حکمراں

کیا ہی قسمت ہے تمہاری کیا نصیبا تیز ہے

اقبالؔ جیسا مل گیا سفرِ عدم میں پاسباں

کس کا جگر و حوصلہ ہے اس قدر تاب و تواں

کون سن سکتا ہے تیرے زہر غم کی داستاں

سن بتالی ماہ دسمبر کی ستائی یاد ہو

ہو گیا استاد تیرا خاص کر مرثیہ خواں

ڈاکٹر اقبال کی یاد

۱۹۳۸ انی سو اٹھتی کو کیا دیکھتے ہیں

مرگ اقبال موت و قضا دیکھتے ہیں

شہادت کا کلمہ پڑھا دیکھتے ہیں

روح تن سے ہوتی جدا ہوتی دیکھتے ہیں

دم بدم شورو محشر بپا دیکھتے ہیں

صدا نالہ آہ و بکا دیکھتے ہیں

ہے افسوس جاتا ہے سوئے عدم کو

آج ملت کا ہم نا خدا دیکھتے ہیں

چھایا اندھیرا ہے سب کی نظر میں
شمع گیس قومی بجھا دیکھتے ہیں
ایف اے بی اے ایم اے تھے ہمراہ جنازہ
بردوش میت اٹھا دیکھتے ہیں
سوا لاکھ آدم ہجوم خلق تھا
سبھی پڑھتے صلی اعلیٰ دیکھتے ہیں
موجودہ وقت میں مگر ان کا ثانی
ہم ولی نہ قطب اولیاء دیکھتے ہیں
باغ و بہاری ہے ڈاکٹر کا مرقد
جس پہ دروازہ جنت کھلا دیکھتے ہیں
فقط ایک ہستی جلیل القدر تھا
جو دنیا سے اب چل بسا دیکھتے ہیں
زیارت کیا جب لباس کفن میں
تو زندگی سے جلوہ سوا دیکھتے ہیں
خدا سے ہزاروں علامہ کی خاطر
مانگتے مغفرت کی دعا دیکھتے ہیں
آسمان ادب کا وہ رخشاں ستارہ
جاتا بقا سے فنا دیکھتے ہیں

لاکھوں ملیں گے پر اقبال جیسا
ملے گا نہ ہم پیشوا دیکھتے ہیں
بعد صدیوں کے ہوتا ہے ایسا مدبر
یہ قانون قدرت کالا دیکھتے ہیں
تھی رعب و جلالت تیرے دم قدم سے
اب تو بزم سخن بے مزا دیکھتے ہیں
مزار محمد سر اقبال مرحوم
شاہی مسجد کے متصل بنا دیکھتے ہیں
شیر ہجر نے خون پی لیا ہے
تیرے غم میں ہم غم غذا دیکھتے ہیں
ہندوستان کی بد نصیبی ہے استاد
جو اعظم فلاسفر مٹا دیکھتے ہیں

یوم اقبال

چار بجے شب کے یہ آیا دماغ میں خیال
کہ آج صبح کو ہونے والا ہے یوم اقبال
کہئے کچھ اس کی نسبت کہ جس کی شاعری نے
دھوم مچا رکھی ہے شرق غرب جنوب شمال

گوئٹے گرے اور کہ ملٹن شکسپیئر!

مقابل میں آئیں ان کی کیا طاقت اور مجال

اور شاعر بھی ہم کو نظر آتے ہیں اختر فلک کی طرح

لیکن آپ تو ایک طرح کے ہوئے ہیں بدر کمال

آج خوشی منا رہے ہیں بڑے بڑے بی اے، ایم اے

تمام کالج و مدرس اور کہ دنیا کے سکول و سکال

انی سوچھتی کو میں نے زیارت کا شرف حاصل کیا تھا

بس دیکھنے میں یہی معلوم ہوتا تھا کہ ہیں رستم وزال

کسی شخص نے امام اعظمؒ اور کہ جنبلؒ کا مسئلہ چھیڑا ہوا تھا

لیکن آپ جواب بھی دے رہے تھے اور حقہ پیتے تھے نال نال

جس طرح استاد غالب نے رنگ مجاز کو ختم کیا ہے

اس طرح ختم کر دیا ہے قومی رنگ کو اقبال

غالب کی یاد میں

غالب کا جب تذکرہ کرے کوئی

خون کے آنسو بہا کرے کوئی

آہ ہوئے نا قدر دانی کا شکا

اب سوار رونے کے کیا کرے کوا

چل گئے حسرت و یاس کو لے کر

اب کیسے پیدا نقش وفا کرے کوئی

فلک الافلاک کو پہنچا تیرا تخیل

کیا اندازہ دل و دماغ کا کرے کوئی

تیرے چرچے کا زمانہ آگیا ہے

ان کی مرقد پہ جا صدا کرے کوئی

تیرے سخن کلام کے سوا لطف نہیں

گو کس قدر اچھی طرز ادا کرے کوئی

آپ بزرگ با اختیار ہیں قبلہ

بخش دو گر خطا کرے کوئی

شہرہ مشکل ہے آپ سا استاد

لاکھ بانگ دہل یا بانگ درا کرے کوئی

جناب ظفر علی خان گجرات میں

پوچھو نہ زور و طاقت و قوت ظفر علی

ہر دل پہ کر ہا ہے حکومت ظفر علی

جی جی کے مرنا اور کہ مر مر کے جینا پھر

کیا ہے معجزات و کرامت ظفر علی

ان کی نگاہ میں کچھ بھی حقیقت نہیں ورنہ
ملتی ہے آج ملک و ریاست ظفر علی
کیا لے سکیں مناسبت عالم کے شہنشاہ
کچھ ان سے بالاتر ہے سیاست ظفر علی
لعل و جواہرات سے ہر گز نہ دے سکیں
ہم سے جو پوچھے کوئی بھی قیمت ظفر علی
ولی نہ اولیاء قطب ہی دکھا سکے
دکھائی ہے جو کہ صبرو قناعت ظفر علی
کیا کیا غم و آلام مصیبت جہان کی
اٹھا رہے ہیں واسطے ملت ظفر علی
ثانی بنگال بنک ان کا دل و دماغ
دیتے ہیں جہاں سے علم کی دولت ظفر علی

استادامام الدین حکومت کے لباس میں

ناجائز کش مکش رکھتا ہے کیوں ملک ہندوستاں کا
جب کہ مشترکہ آبادی ہے یہاں ہندو مسلماں کا
اگر رکھو گے بدامنی ہمیشہ گڑ بڑیشن کی
تو منہ دیکھو گے تم ایک دن سبھی زنجیرو زنداں کا

نوازش ہے میری تم پر مگر جس دم غضب آیا
اڑا دوں گا گل و بلبل یاغنچہ ہو گلستاں کا
یہ مادے کا زمانہ ہے روحانیت گئی گزری
نہیں ہے وقت اب بالکل یہ خنجر تیغ براں کا
گر سمجھو تو یہ دنیا بھی اک گلزار جنت ہے
نظارہ ہو رہا ہے ہم کو نہیں حورو غلماں کا
قط یوسف حسین تھا جلوہ گر سابق زمانے میں
ہر بشر نظر آتا ہے اب مہر درخشاں کا
جس کر رہا ہے کیا حقیقت معرفت کی تو
کرشمہ ہے یہ اک عالم سمجھ لے چشم یزداں کا
زل سے پوشیدہ خستگی میری بناوٹ میں
ہیولیٰ برق خرمن کا ہے خون گرم دہقاں کا

گیس اور شمع

ٹ جا اگر بشر تمہیں کچھ عقل و ہوش ہے
ں وقت کی دنیا سبھی فتنہ فروش ہے
ذرہ ذرہ زمیں کا تہ و بالا کیا!
اب تو سر فلک پہ بھی جانے کی کوش ہے

حیرت انگیز کیا ہے یہ قدرت کا سلسلہ
ہے نیلگوں کبھی تو کبھی سر خپوش ہے

افسوس مذہبی باتوں پہ پانی ہے پھر گیا
منطق فلسفہ سائنس کا جوش و خروش ہے

قیامت تلک تو اٹھنا ہی دشوار ہے جس نے
تیری محبتوں کا کیا جام نوش ہے

اس درویش اور فقیر سے فائدہ کسی کو کہ
مجبور گفتگو سے جو مست و بے ہوش ہے

نکالئے جناب یہ موقع نہ ٹالئے!
گر تیری کچھ اور طبیعت میں جوش ہے

جلتا مثال گیس [1] ہوں تا کہ نہ کہے کو
اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ۔

[1] حاسد کو مقابل میں نکلنے کا چیلنج دیتے ہوئے نعرہ ہل سن مبارز لگایا۔ شمع کی روشنی گیس کے مقابلہ میں تھوڑی ہوتی ہے۔ نیز شمع خاموش ہوتی ہے مگر گیس زیادہ روشن ہونے کے علاوہ شوں شوں کی آواز بھی دیتا ہے۔ اس لیے شمع کا مقابلہ میں گیس رکھا گیا۔ ورنہ اگر محض روشنی میں مقابلہ مقصود ہوتا تو بجلی کا لیمپ رکھا جاتا۔ خادم

پاؤنڈ، نوٹ، چاندی، سونا

کھیلتے ہیں آج اغیار سے وہ
ہیں جن کے ہاتھ کا کبھی کھلونا تھا

ایک ملاقات کے بعد ہجر ہوا نصیب
کیا یہی انقلاب ہونا تھا

ہیں سمجھ گیا آپ کی طرز ادا سے
کہ بحر غم میں ہم کو ڈبونا تھا

اٹھائی [1] سال دیکھتا رہا ہوں کمیٹی کی حالت
کہ تین پائی کے غبن پر لگتا یارا گونا [2] تھا

پبلک نالان ہے ایک افسر [3] کی جفا کاری پر
اگر میں بھی ہوتا یہی پیٹنا اور رونا تھا

میں بوجہ خود داری ہر چیز تیار رکھتا تھا
لیکن بعض محرران کے پاس نہ لحاف نہ بچھونا تھا

اب کمیٹی کے پاس کچھ بھی نہیں مگر جب میں تھا
پونڈ نوٹ اور کہ چاندیو [4] سونا تھا

ڈالو اب ٹال [5] جلا لپوری دروازہ کے ماہر استاد
ہوگیا جو کچھ کہ تمہارے مقدر میں ہونا تھا

[1] سال استاد صاحب کی ملازمت میونسپل کمیٹی کا زمانہ [2] کمیٹی کا یہ قاعدہ کہ اگر کوئی شخص بلا ادائیگی محصول چونگی کوئی چیز میونسپل حدود میں لائے، تو اس سے گیارہ گنا محصول لیا جائے [3] ایگزیکٹو افسر مراد ہے [4] نقل اصل چاند و سونا [5] لکڑی کا ٹال جو استاد صاحب نے کمیٹی سے ریٹائر ہوکر ڈالا

عشق کا تماشا

مجھے تم پوچھتی ہو اے فضا کیا!
نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا
جب گانٹھے گئے ہو تم میرے ساتھ
تو پھر رکھنا ہوا شرم و حیا
تیرے دم واسطے سب مال و دولت
بھلا چاہتے ہو اس کے ماسوا
تیری فرقت میں نذر ناز ہو گئے
صحت و تندرستی اور شفا
خواہے میں تم کو چوموں یا کہ ماروں
محبت میں نہیں ہوتا روا
دبا بیٹھے ہیں وہ زانوں کے نیچے
وہاں پھر تلملانا تڑپنا
عشق ان کا تماشہ بن گیا ہے
سدا ہے چلپلش اور کھچ کھچا
تجسس تھا کبھی استاد آئے
ہم حاضر ہیں ہمارا ڈھونڈنا

آفتاب قیامت

ں کی فرقت کا ہمیں سینے میں جو سل ہے
م و اند وہ کا خوگر مرا رقت زدہ دل ہے
آفتاب قیامت ہے کہ رخ تنویر ہے ان کا
جس پر کہ کوئی داغ دھبہ ہے نہ تل ہے
ٔہادت پر ان اشخاص کو ہم فیصلہ دیں گے
جن کے پاس کوئی اشمام اور کہ بیچک ہے نہ بل ہے
علم کی دولت سے ہوا اوج و بلندی پر گزر
شرم ہے اس کے لیے جو شخص کہ صفر ونل ہے
زہر قاتل ہوں مجھے اس لیے چھوتی ہی نہیں ہے
ہر جگہ ورنہ ہوا آتش و آب و گل ہے
یہ زمانہ ہے نمائش کا عزیزان و بزرگان!
کوئی چیز اگر اس وقت باطن ہے تو باطل ہے
حاضرین اختر ہیں سبھی پنڈت صاحب ہیں چاند
مشاعرے کا ہمارے اس وقت سمجھو تو جنرل ہے
استاد بھی غالب و اقبال سے کمتر تو نہیں
اگر ادھر بانگ درا تو ادھر بانگ دھل ہے

محبت کی قیمت

آزاد خیال کا ہوں میری بلا کو
خزاں کا دور رہے یا بہار آجا۔
خوف کھانا میرے لئے حرام ہے
خواہ آگے صلیب و دار آ جا۔
محبت کی قیمت ادا کرتا ہوں
کسی کے رخ روشن پر مجھے جو پیار آ جا۔
نہ پوچھو گیسوئے تابدار کی نسبت
میرا ذمہ جو قابو میں وہ زلف یار آ جا۔
آئینہ سکندر کی کیا ضرورت ہے پھر
نظر تیرا اگر مجھ کو رخ انوار آ جا۔
غضب میں آدمی آئے تو چکر میں
کلیسا مسجد ومندر درو دیوار آ جا۔
غزل گوئی میں یکتا ہوں زمانے میں
طبیعت آزمانے سعدی و عطار آ جا۔
رب العزت کی خدمت دعا استاد کرتا ہے
کہ لکڑی کی فروخت کا دیا ادھار آ جا۔

ارض وسما کی چکی

اک گردش ہے مانند آسیا ہے
اس کے بھلا ارض و سما کیا ہے
اشیاء دنیا غلہ ہے ہر قسم
ہو رہی دن رات پس پسا کیا ہے
ل برس جئے آخر موت
فنا ہے یہ بقا کیا ہے
پہلی پیشی اقبال دوسری انکار
بتاؤ اس جرم! کی سزا کیا ہے
ے آنے جانے کا یہاں ہر روز
پوچھو کہ مدعا کیا ہے !
مشین گن توپ بمباری کے آگے
تیغ و خنجر چاقو چھری استرا کیا ہے
عیال نہ اطفال نہ دوستو احباب[2]
تمہاری ذات کے سوا میرا آسرا کیا ہے

[2] نقل مطابق اصل دوست واحباب۔ خادم

جوانی سے بڑھاپے میں آیا ہوں استاد
ابتدا تو اچھی تو اچھی دیکھئے انتہا کیا ہے

ریڈیو

پوچھتے ہیں مجھ سے وہ کیا چاہیے
زینت و زیبائش و زیبا چاہیے
مسجد و مندر کلیسا الوداع
اب تو تھیٹر سینما، فلمی تماشہ چاہیے
باپوزیشن سر برہنہ رات دن
قدم آدم دیکھنے کو آگے شیشا چاہیے
پر تکلف عیش و عشرت کے لیے
مال و دولت چاندی سونا عام پیسا چاہیے
جا بجائے چار پائی کے جناب
کرسیاں، صوفے غلیچہ چاہیے
مختلف اقسام کی تصویر سے
ہال کمرے کو سجایا چاہیے
سن سکو سب ملک کی چیزیں تمام
خاص کر ریڈیو بھی اک لگانا چاہیے

ن مرجبینوں کے لیے استاد جی
چاہنے والا بھی اچھا چاہیے

مشاعرہ اورگڑبڑیشن

ایک دفعہ بعض غیر ذمہ دار نوجوانوں نے نارمل سکول کے ہال
ں ایک مشاعرہ کا انعقاد کیا۔ حاجی لق لق صاحب لاہور سے آئے
وئے تھے۔ مگر منتظمین کی عدم اہلیت کے باعث بے حد شور وغوغا ہوا۔
ہمانوں کے سامنے حد درجہ فضیحت ہوئی۔ استاد صاحب بھی اشرار کی
زیبا حرکت سے مصئون نہ رہ سکے۔ اس مشاعرے کے متعلق استاد
ماحب نے حسب ذیل نظم کہی۔ خادم

وا مشاعرہ بجائے ٹاؤن ہال کے نارمل سکول
اج بھی کم نہیں کسی امر سے لیکن وہ بھی انتظام تھا معقول
مہذت جماعت ہر طرح امن و شانتی سے بیٹھی تھی اندر لیکن
باہر شورو غوغا ڈال رہے تھے بعض لوگ نالائق مجہول
بض لوگ سیٹی بازی کرتے تھے اور آوازیں سے کستے تھے شوریدہ سر
بعض دروازے کھٹکھٹاتے اور مرغوں کی طرح اڑاتے خاک دھوتی
حیرانی پریشانی کے سبب تمام سلسلہ درہم برہم ہوگیا گویا
گیس، گائے تکئے، دریاں، میز، بنچ، کرسیاں اور ٹول

پھر بھی شریر النفس آدمیوں کو ہدایت وعبرت ہوتو بہتر ہے

ہم لوگ یہ دعانہیں مانگتے کہ ان کو غرق کرے خدا رسول

مثل مشہور ہے زمانے میں اور تمام لوگ جاتے بھی ہیں

کہ خار بھی ہوتا ہے وہاں جہاں ہوتے ہیں غنچہ کلی اور پھول

بیوقوف احمق لوگ لڑائی جھگڑے میں پڑ کرکشت وخون کرتے ہیں

لیکن لائق آدمی خاموشی سے کام نکالتے ہیں اورنہیں کرتے جنگو جدول

ناقدر دانی زمانے کا شکار ہوگیا ہوں استاد ورنہ

میرے شعروسخن فروخت ہوسکتے تھے ہیرے جواہرات کے مول

خون عاشقانہ

تقاضا عشق کا ہے برملا اس کو نہیں کہتے

لگا کر دل ہٹا لینا وفا اس کو نہیں کہتے

دنیا نہ مرا لینا نرالی چال ہے ان کی

اصل منہ چومنا اور چم چما اس کو نہیں کہتے

گل رخسار پر میں نے رکھی انگلی تو وہ بولے

محبت میں ہوا ایسا خطا اس کو نہیں کہتے

سمجھتے ہیں لگا رکھی ہے مہندی اپنے ہاتھوں سے

یہ خون عاشقانہ ہے حنا اس کو نہیں کہتے

بدی میری رقیبوں سے مذاقاً کر رہے تھے وہ

کوئی شکوہ شکایت ہم گلہ اس کو نہیں کہتے

تمہارے حسن خنجر سے ہزاروں کٹ مرے پھر بھی

ترا کوچہ ہے جنت کربلا اس کو نہیں کہتے

حسیں ہے وہ زمانے کا جو ناز انداز کو جانے

جو ہونخروں سے خالی دلربا اس کو نہیں کہتے

تمام عالم کے عالم بول اٹھے یک زباں ہو کر

کہ کیا استاد اور ملک الشعرا اس کو نہیں کہتے.

اُردوزبان کالشکر

ہندی پنجابی گور مکھی سسری کہاں کی ہے

سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

ہرگز نہ مٹ سکے گی مٹانے سے کسی کے

شاباش و آفریں اس کو شاہ جہاں کی ہے

چل رہے ہیں دنیا میں دفتر اسی طفیل

دلچسپ دل پسند یہ ہر نوجواں کی ہے

روئے زمیں کے مسلم ہی معاون نہیں اس کے

امداد اس کو اور بھی سات آسماں کی ہے

دن رات چل رہے ہیں اخبارات و رسائل
بہتر اسی کے دم سے تو حالت یہاں کی ہے
حکام وقت بولتے وکلاء و بیرسٹر
منشی متصدی اور کہ ہر مثل خواں کی ہے
دائم ہمیشہ کرتی ہے اردو کی فوج موج
دیگر زبان سمجھ لو نام و نشاں کی ہے
کیا کہہ سکوں استاد میں داد و دہش کی بات
تیری طبیعت ثانی گوہر فشاں کی ہے

نئی تعلیم کی عورتیں

(۲۸۔ نومبر ۱۹۴۳ء کو ایک شاندار مشاعرہ زیر صدارت خان بہادر مہر الحق صاحب سیشن جج سیالکوٹ سنٹرل کواپریٹو بنک گجرات کے وسیع ہال میں منعقد کیا گیا۔ جس میں جناب استاد صاحب نے مندرجہ ذیل نظم پڑھ کر سنائی۔ خادم

کیا کیا نہ کام کر کے دکھاتی ہیں عورتیں
جا کر سکول و کالج پڑھاتی ہیں عورتیں
نقشہ کشی کے عالم کی تو جبرے کے سوالات

عبارت میں رنگ برنگ لکھاتی ہیں عورتیں
ایف اے تلک گئی کوئی بی اے، ایم اے ہوئی
اس کے سوا لنڈن کو بھی جاتی ہیں عورتیں
حیران گھر کے ہوتے ہیں سب دیکھ دیکھ کر
ایسی آزاد پھرتی پھراتی ہیں عورتیں
کھانے پکانے سینے پرونے تک ہی نہیں
حکمت و ڈاکٹری بھی سکھاتی ہیں عورتیں
ہوائی جہاز و ریل کی نسبت نہیں معلوم
گھوڑا اور سائیکل موٹر چلاتی ہیں عورتیں
پاس کر چکی ہیں وکالت بیرسٹری
عدالت سے فیصلے بھی دلاتی ہیں عورتیں
تیزی سے آ چکی ہیں یہ میدان عمل میں
وعظ نصیحت لیکچر سناتی ہیں عورتیں
عینک لگائے ہاتھ میں چھاتا لیے ہوئے
یوں دفتروں میں جاتی اور آتی ہیں عورتیں
اعلیٰ سے اعلیٰ افسر کا ایسا نہیں ہوتا
جو رعب ڈانٹ شانٹ جتاتی ہیں عورتیں

کر کر کے یاد خوب طریقہ تعلیم کا
کالج میں پروفیسر کہلاتی ہیں عورتیں

ناچ گھر میں ناچتی ہیں سینہ تان کر
تھیٹر و سینما میں بھی جاتی ہیں عورتیں

حلے نہ آئیں کس طرح خاصے بہشت کے
عرق گلاب سے غسل فرماتی ہیں عورتیں

برہنگی پوشاک میں ہوتی نہیں تمیز
کچھ اس قسم کا تن کو پھباتی ہیں عورتیں

دیکھی نہیں سنی ہوئی کبھی تان سین بھی
تہذیب نو کی جس طرح گاتی ہیں عورتیں

مغربی تہذیب میں بوسہ تھا برملا
اب تو یہاں بھی چمتی چماتی ہیں عورتیں

ہر اک طرح سے کرتی ہیں مردوں کی ہمسری
سگریٹ بھی پیتی پان بھی کھاتی ہیں عورتیں

کیسی یہ فٹ بتاتی ہیں بالکل مثال گینہ
انگیا سے کس کے سینہ و چھاتی ہیں عورتیں

لونڈے و لونڈیاں کو بھی ہمراہ لئے ہوئے

ٹھنڈی سڑک پر گھومتی گھماتی ہیں عورتیں

کیا کر سکیں مقابلہ کوہ قاف کی پریاں
یسا لباس فاخرہ پاتی ہیں عورتیں

وہ انہی کو کہتے ہیں حوران بہشتی
وش و حواس جن کے گنواتی ہیں عورتیں

ان کی دانائی اوج پہ پہنچی ہے آج کل
ردوں کو عقل و ہوش سمجھاتی ہیں عورتیں

کرتی ہیں مات پیرس و لنڈن کے حسن بھی
رہ جب آفتاب چمکاتی ہیں عورتیں

ساڑھی کو لہر بہر ہے قوس و قزح
یا آئینہ دار تن کو سجاتی ہیں عورتیں

کیسی غضب کی آئی ہے یہ نشر تعلیم
ردوں کی طرح بال کٹاتی ہیں عورتیں

اس وقت تہذیب کو شرم و حیا نہیں
و طرح طرح کے کھچاتی ہیں عورتیں

اس سے کسی کا اور بھی درجہ بڑھے تو کیا

بندگی عرض سلام کراتی ہیں عورتیں

مردوں کے مطلقاً نہیں خواب و خیال میں

جیسی کہ آج عیش اڑاتی ہیں عورتیں

کشتہ ہزاروں ہوتے ہیں دلدادہ شفیتہ

نظر کو جس طرف بھی اٹھاتی ہیں عورتیں

استاد کس انداز سے بچوں میں بیٹھ کر

ہارمونیم بھی شب کو بجاتی ہیں عورتیں

شفا ہو

اے ذات خدا یہ میری منظور دعا ہو

کہ وقت نزع رخ یہ میرا قبلہ نما ہو

دائم ہی تندرستی و اور صحت و شفا

باقی ملے وہ قسمت میں جو کچھ کہ لکھا

بے ہودگی کی عیش کو کیوں یہ نہ سزا ہو

جنت سے بدل جائے جہنم تو مزا ہو

ساون بھی ہو مطب بھی ہو ساون کی گھٹا

جنت سے بدل جائے جہنم تو مزا

معشوق اسے کہتے کہ جو سرگز جفا ہو

عاشق اسے سمجھیں جسے شکوہ نہ گلہ ہو

وہ نازنین کہنے کے قابل نہیں ہوتا

دلکش نہ جس حسین کی انداز و ادا ہو

لو کھیلو میرے خون سے آج ہولیاں تا کہ

دنیا میں تیرا ہاتھ نہ محتاج حنا ہو

ادنیٰ و اعلیٰ کام کو کسی پر نہ چھوڑو

بانگ دہل ہو خود ہی تو یا بانگ درا ہو

پھر کیوں نہ تیری یاد قیامت تلک رہے

اس دنیا میں بے غرض تو اک نقش وفا ہو

کم بخت دل کو روز شہادت کا شوق تھا

ہم آچکے ہیں مقتل میں اب دیکھئے کیا ہو

ایسی مزے کی لطف و حلاوت ہے عشق میں

گرویدہ اس کا دیکھا ہے شاہ ہو کہ گدا ہو

مضمون طپش و طپش کے آتے نہیں مطلق

جب تک کہ سر پہ عشق کا آرا نہ چلا ہو

اے جان من! ہم کو بھی تو ہو جائے آگاہی
کس حرکت ناجائز پہ مدت سے خفا ہو

کیوں تجھے پڑی ہے حقیقت کی جستجو
مارو خودی کو دیکھ لو پھر تم ہی خدا ہو

ہفتے میں ایک یوم بھی خالی نہیں جاتا
جس روز میرا ان کا تقاضا نہ ہوا ہو

پھرتے ہیں صبح و شام تجسس میں ہمارے
ایسا نہ ہو استاد کہیں موت و قضا ہو

ملک برکت علی صاحب نائب تحصیل دار

مجھے یہ تو بتایئے جناب ملک برکت علی صاحب تحصیل دار
کیوں ہو رہا ہے ہر بشر ذوق وشوق سے تیری محبت کا شکار

پٹواری، گرداور تو درکنار بڑے بڑے رئیس اعظم آتے ہیں
چوہدری لوگ تھانیدار اور کہ فوجی جرنیل کرنل صوبیدار

دیگر مال افسر مثلخواں ای اے سی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ
جن کی آمد سے اوج ترقی پر ہے تیرے باب عالی کا وقا

کوئی آدمی لاہور سے آئے یا راولپنڈی لائل پور سے
بس وہ تیرے ہی ڈیرے پر جاتا ہے مسافرانہ ٹائم گزا

ب و روز مجلس گرم رہتی ہے مہمان نوازی کی
اگر ایک دو رخصت ہوتے ہیں تو اور آ جاتے ہیں دو چار

اروبار سرکار دولت مدار کا نہایت جانفشانی سے کرتے ہیں
اس لیے بعض اوقات گردش و دورہ سے ہوتے ہیں سخت ناچار

نی شیریں کلامی سے ہرکس وناکس سے چندہ وصول کرتے ہیں
جو کہ داخل خزانہ ہو رہا ہے صدہا اور کئی ہزار

نجناب کی کوشش سے لگا تھا ضلع گجرات میں گورنر کاروبار
جس کے سبب سے کالج زمیندارہ بن گیا تھا ایک عروس نو بہار

سپرنٹنڈنٹ ملک خلیل صاحب کی گجرات سے رخصت

کیا پوچھتے ہو کہ کیا ہو چلے ہیں
ملک صاحب ہم سے جدا ہو چلے ہیں

خدا کے لیے کوئی ان کو ٹھہرالو
ورنہ یہ سب دم ہوا ہو چلے ہیں

ادھر شوق ہے تیز جانے کی نسبت
مگر دل ادھر سے فدا ہو چلے ہیں

تیرے دم قدم سے یہ محفل گرم تھی
اب تو چپ چاپ خاموش سا ہو چلے ہیں

اکثر تپ ہجر فرقت میں ڈالا
اچھے دوستی حق ادا ہو چلے ہیں

ملی خاک میں سب امیری فقیری
جدا جب سروں سے ہما ہو چلے ہیں

عمر بھر رکھیں گے وہاں پر پیشانی
جہاں پر تیرے نقش پا ہو چلے ہیں

افضل سے پوچھو نہ استاد کچھ بھی
ہم سبھی اب تو بے آسرا ہو چلے ہیں

ننھی ریاض کی یاد میں

استاد صاحب کے بھتیجے محمد یادگار کی خوردسال بچی کی وفات پر کہی گئی۔ محمد یادگار اس وقت جاپانیوں کی قید میں جنگی قیدی کی حیثیت سے مقید ہے۔ یہ بچی اس کی عدم حاضری ہی میں پیدا بھی ہوئی اور فوت بھی ہوگئی۔ خادم

افسوس حسرت یاس ہے ننھی ریاض
پاسکے ڈاکٹر نہ تیرے امراض

چھ نومبر سن اکتالی کو تو پیدا ہوئی
ہے تاسف پانچ اکتوبر بتالی چل بسی

کیا بارہ ماہ کی زندگی لائی تھی تو
آ کے شاید سخت پچھتائی تھی تو

مرکی تپ نے تجھے بے ہوش جانی کردیا
رنگ سرخی زرد بالکل زعفرانی کردیا

آتشی تپ کے ساتھی ساتھ سر شام بھی
جس کے باعث جل گیا تیرا گل اندام بھی

سوج کر بند ہوگئیں تیرے شکم کی نالیاں
سانس چھوٹا ہوگیا اور آن پڑی کابلیاں

یاد ہے مجھ کو بھی تیرا تلملانا تڑپنا
اور مثل مرغ بسمل پھڑ پھڑانا پھڑکنا

جان تیری کھودیا قہر و غضب کے تاپ نے
تو نہ دیکھا باپ کو تجھ کو نہ دیکھا باپ نے

جب کبھی مجھ کو دکھاتی ہنس کر مکھڑا تھی تو
بس یہی معلوم ہوتا چاند کا ٹکڑا تھی تو

سب پڑے ہیں سرخ سارے تیرے رنگیں پارچات
بن بنا کر رہ گئے سب چاندی سونا زیورات

جس جگہ پر دیکھتے تھے رونق و چھل بل تیری
اب لگی ہے اس جگہ پر ماتمی محفل تیری

زندگی کی بستیاں برباد کر دیتی ہے موت
اک جہاں نیستی آباد کر دیتی ہے موت

محمد یادگار کے نام استاد امام دین کا پیغام

لے گیا تجھ کو کہاں ہے گردش امام دیکھ
حوصلہ رکھتے ہوئے اب ذات حق کے کام دیکھ

زندگی بخشے خدا تجھ کو خضر الیاس کی
یہ دعا ہم مانگتے ہیں ہر صبح اور شام دیکھ

سب خیریت ہے گھروں میں ماسوا ننھی ریاض
سوگیا خواب عدم تیرا گل گلفام دیکھ

ایک فرقت تھی تمہاری دوسری ننھی کی موت
جس کے باعث پی رہے ہیں زہر غم کے جام دیکھ

بہادروں کے کار نامے رہ گئے دنیا میں ہیں
پڑھ کے بے شک داستاں زال رستم سام دیکھ

ہم نے یہ مانا کہ تم اک پنجۂ دشمن میں ہو
پھر بھی عظمت شان شوکت مذہب اسلام دیکھ

شیر چیتے جنگل و صحرا میں رہتے ہیں مگر
آ بھی جاتے ہیں کبھی اندر وہ قفس و دام دیکھ

لنایت الٰہی لاہور والا مر گیا دریا میں ڈوب
اس طرف بھی بھیجنا افسوس کا پیغام دیکھ

ابتدا میں جو بشر سہتے ہیں رنج و سختیاں
آخری پاتے وہی ہیں چین سکھ آرام دیکھ

ہر جگہ ہر ملک میں استاد تیرے ساتھ ہے
کیا حشر ہوتا ہے اب جاپان کا انجام دیکھ

رستم ہند مہندا پہلوان گجراتی کی وفات

چل گیا، افسوس مہندا پہلوان
اپنے زمانے کا تھا جو رستم زماں

تھا بہت شیر و دلیر اور بہادر دل چلا
جس کا سکہ منوا گیا ہر نوجواں

خوش طبع اور خوش خلق اور بامذاق
اس لیے وہ جیتتا تھا ہر میداں

سال ترتالی انی سو ماہ دسمبر چار تھا
ملک عدم کو ہوگیا جب کہ رواں

بلبلیں گل رو رہے ہیں نالہ و فریاد سے
مر گیا ہے جن کے سر سے باغباں

قدو قامت کی بلندی اور اس کی ڈیل ڈول
پاؤ گے ہر گز نہیں ڈھونڈو اگر سارا جہاں
نامی گرامی لاکھہا دیکھے سنے ہونگے مگر
پر یہ لاثانی تھا زیر آسماں
ہے دعا استاد کی مرحوم کو بخشے خدا
اور دیوے بہشت و بوستان

ہٹلراورسٹالن

ہٹلر کو ایسا دبایا سٹالن
کہ سب ملک اپنا چھوڑایا سٹالن
گیا گزر اب روس کہتے تھے لاکھوں
نئی زندگی کو پہنچایا سٹالن
آتش فشاں تھا جو جرمن کا لشکر
سب ٹھنڈا کر کے بٹھایا سٹالن
دشمن سبھی بھاگ نکلے ہیں جب کہ
توپ و ٹینک اڑا اڑایا سٹالن
لینا جو چاہتا تھا ملک اس کو تھا
اسے خاک و خون میں رلایا سٹالن

ا شوخی خوردہ تھا ہٹلر درندہ
مثل ریچھ جس کو نچایا سٹالن
ھنا ملک سب واپسی لے لیا ہے
عجب زور و قوت دکھایا سٹالن
اکھوں بشر پڑے دعا مانگتے ہیں!
بڑھا زندگی تو خدا سٹالن

جاپان شیطان اوراس کاغرور وتکبر

نیرے نام کی شہرت ہے ہر ملک اور خانہ بخانہ جاپان
پوری خصلت رکھتے ہو شداد، نمرود و یزیدانہ جاپان

سب کے سب رگڑ جاتے ہو مچھلی مینڈک سنسار و مگر مچھ
توبہ خدایا! ایسی لا مذہبی حیلہ سازی بے رحمی واحشیانہ جاپان

تمہارے کیریکٹر و چال چلن سب ادب و تہذیب کے خلاف ہیں
اس لیے تری حکومت کو کہنا چاہیے پاگل بیوقوف دیوانہ جاپان

انشاء اللہ جنگ تب تک جاری رہے گی ساری زور شور سے
جب تک نہ فیصلہ پکڑے تیرے ملک کا تیل تمباکو آب ودانہ جاپان

بلا مشروط ہتھیار پھینک دو تو بہت بہتر ہے ورنہ!
ہمارے لشکر جرار لوٹ کر چھوڑیں گے تمہارے جیسے قارون کا خزانہ جاپان

تم نے بوجہ غرور تکبر کے ہماری عرض معروض کو ٹھکرا دیا ہے
لیکن ہم عاشق ہیں پامال کر کے چھوڑینگے تیر انداز معشوقانہ جاپان

آخر تم ایک ریاست ہو اور کہ بڑوں کے رحم پر تمہاری زندگی ہے
اس لیے چھوڑ دو سب سرکشی اور خیالات باغیانہ جاپان

جب تم سمجھتے ہو کہ بڑی مچھلی کو چھوٹی مچھلی ہڑپ نہیں کر سکتی
تو پھر کاہے کو کھلار رکھا ہے جنگ شطرنج روز و شبانہ جاپان

حیرانی پریشان کی کچھ ضرورت نہیں ہے ہشیار باش رہنا چاہیے
ہم انشاء اللہ ٹھنڈا کر دیں گے تیرا بے تحاشہ گڑ گڑانہ جاپان

جب کبھی ہلہ بول دیا تمہارے ملک پر غیظ و غضب سے
تو پھر سب درہم برہم ہو جائینگے جلسے جلوس راگ ورنگ مغویانہ جاپان

اس قدر بمباٹ ہوگی کہ تمہاری آبادی ہموار کر دی جائے گی
لیکن خاص کر جلایا جائے گا ٹوجو جرنل کا آستانہ جاپان

تمہاری ہڈی پسلی اور کہ گوشت پوست دور فضا میں اڑتا پھرے گا
جب کبھی دستے چھوڑے ہم نے جاٹ پٹھان گورکھے راجپوتانہ جاپان

جو کچھ کھنا پینا ہے کھا لو عیش و عشرت سے آزادانہ
کیونکہ قدرت اب بھیجنے والی ہے تیری موت کا وارنٹ پروانہ جاپان

چند ایک کامیابیاں تم کو ابتدا میں ہو چکی ہیں!
اب بالکل نزدیک آچکا ہے ہماری فتوحات کا زمانہ جاپان

تم اک رہزن ڈاکو قزاق اور مکرو فریب کے پتلے ہو
ادھر صاف نظر آ رہا ہے ہر طرح عدل و انصاف شاہانہ جاپان

تمہاری کچھ پیش نہ جائے گی اعلیٰ. بادشاہوں کے آگے
جب کہ پڑگئے تم کو امریکہ شہباز اور برطانیہ شیرانہ جاپان

امریکہ شہباز

ہمارے معاون ہیں رُوس چین اور کہ امریکہ شہباز
جن کے خزانوں میں ہے خاص چاندی سونا بے انداز

ہزار ہا کار خانے نئی قسم کے ایجاد ہو چکے ہیں
جن میں بنائے جاتے ہیں پستول بندوق ہوائی جہاز

دیگروردیاں، برانڈ کوٹ، ہیٹ پتلون قمیض
جن کو پہن پہن کر جو انان عالم کرتے ہیں فخرو ناز

ایسے ایسے ہیبت اور خوفناک سامان تیار ہوئے ہیں
کہ اگر رستم سہراب بھی دیکھیں تو جائیں دلگداز

وہی شہنشاہ ہوسکتا ہے جو کہ صوبوں ریاستوں کو بڑھادے
اسی بات میں ہے تمام زمانے کی حکومتوں کا راز و نیاز

کوئی شہری جنگلی جانور چھوٹا بڑا نزدیک نہیں آسکتا
جو سلطنت ہمیشہ نکالتی رہتی ہے شیر ببر کی آواز

خوب جانتے ہیں ہر موقعہ محاذ کے نشیب و فراز
دشمن منہ کی کھائیں گے استاد میدان کارزار میں جب کہ
زور شور سے ہورہی ہے ہماری طاقت وقوت فلک پرواز

شیرے برطانیہ

نکلے گا جب میدان میں شیرے[1] برطانیہ
ڈالے گا دشمنان کو گھیرے برطانیہ

جنگ وجدل کمال کا ہوگا جو اس قدر
رکھ دے گا سب بگاڑ کے چہرے برطانیہ

زندگی بسر کرے گی وہ آرام و چین سے
جو سلطنت رہے گی زیرے[2] برطانیہ

دشمن پر یرے رہتے ہیں جب کامیاب ہوئے
پھر سب کریں گے تیرے اور میرے برطانیہ

شمع، گیس، بجلیاں پکڑیں گی روشنی
گھر دشمنوں کے ہوں گے اندھیرے برطانیہ

ظفر یاب ہوتا ہے ہر ملک و ریاست
جہاں پر لگا کے بیٹھے ہیں ڈیرے برطانیہ

اٹلی جاپان جرمن جو اس جنگ میں مر گئے
پھر تیرا راج پاٹ چوفیرے برطانیہ

جب کامیابی ہوگئی پھر دیکھنا استاد
پہنے گی شان وشوکت سے سہرے برطانیہ

1 نقل مطابق اصل شیر برطانیہ مراد ہے۔ 2 نقل مطابق اصل زیر برطانیہ ہے

جنگی نشرواشاعت

جنگ کے متعلق جس قدر ہورہی ہے سرکاری نشرواشاعت
ایک بے مثال اور یکہ و تنہا ہے ہماری نشر واشاعت
نہ ریڈیو نہ سینما نہ بائیسکوپ و اخبارات
شاعری کی طاقت کو نہیں پہنچ سکتی یہ اشتہاری نشرواشاعت
نثر بذات خود ایک بھول جانے والی چیز ہے
لیکن نظم ہر دل پہ لگا دیتی ہے ضرب کاری نشرواشاعت
بذریعہ بانگ دہل فرش سے عرش تک پہنچا چکا ہوں
اوراس کے سوا شرق غرب جنوب وشمال کو ہے جاری نشرواشاعت
دوسرے لوگوں کی پنجاب ہندوستان تک محدود ہے
لیکن ہماری ٹوکیو برلن پر ہوتی ہے بمباری نشرواشاعت
عرصہ داراز سے ہم مفت کام کرتے ہیں سرکار کا
مگر ہزار ہا ایسے ہیں جو کرتے ہیں تنخواہ داری نشرواشاعت
کوئی حریف و دشمن برطانیہ کا باقی نہیں رہا
اس قدر ہے ہم نے زوروشور سے توپ ماری نشرواشاعت
بڑے بڑے اعلیٰ احکام وقت سنتے ہیں شوق سے
جب کبھی استاد امام دین پراپیگنڈہ کی کرتا ہے تیاری نشرواشاعت

بنگال کا کال

داز بردست ہے دنیا میں کھانے پینے کا روٹی کا ٹکر کا سوال
سکے نہ ملنے کے باعث مرچکی ہے پبلک کلکتہ کراچی بنگال
موجودہ وقت میں سونے چاندی کے بھاؤ اشیاء نہیں ملتیں
اس لیے بالکل ہیچ سمجھا جاتا ہے مصرو دمشق کا کال
دھر حقیقت کے جنگ نے خلقت کو زیر عتاب رکھا ہوا ہے
دھر فاقہ کشی نے شروع کر دیا ہے شب وروز کا جنگ وجدال
شاہو کار دولت مند امیر لوگ ہر طرح برقرار ہیں
لیکن لاکھوں موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں غریب کنگال
انی سو ترتالی کی قحط سالی نے ناک میں دم کر دیا ہے انسانوں کا
بغیر نالہ کے کچھ نہ پوچھئے مصیبت زدگان کا حال
ہزار ہا لنگر خانے اور یتیم خانے تیار ہو چکے ہیں!
جن کی مدد کر رہا ہے خاص کر کے سرکار کا اقبال
فاقہ کشی کی مہم پر بہت ڈاکٹر افسر لگائے گئے ہیں
جو کہ شب و روز کرتے ہیں بیماروں کی دیکھ بھال
سرکار کا انتظام استاد قائم ہو چکا ہے
اس لیے بعض کو دودھ چاول ملتا ہے اور بعض چنے کا دال

کوئٹہ کا زلزلہ اور اس کا ظلم

(یہ مسدس ۱۹۳۵ء میں زلزلہ کوئٹہ کے معاً بعد صادر ہوئی اور ایک مستقل پمفلٹ کی شکل میں شائع ہو کر بانگ دہل کی طرح شہرت عام کی سند حاصل کر چکی ہے۔ خادم

غضب قہر کیا کیا دکھایا خدا نے
سبھی نیک و بد کو مٹایا خدا نے
ہے جنت کو دوزخ بنایا خدا نے
مذہب لا مذہب کو جلایا خدا نے
سوا لشکر و فوجی و جنگ وجدل کے
رکھ دیا ملک کوئٹے کا نقشہ بدل کے

تھا رحمت سے بستی بسایا خدا نے
ترقی عرش پر پونچایا خدا نے
ریاضت عبادت نہ پایا خدا نے
مثل قوم لوطی اڑایا خدا نے
ڈرو گر عزیزو! تم اس کے غضب سے
مرے پھر نہ دنیا کبھی اس سبب سے

ب کبھی پہنچتا ہے ظلم انتہا کو
[illegible] آتی ہے اس وقت غیرت خدا کو
نہیں دیکھتا پھر وہ شاہ و گدا کو
نبی نہ ولی نہ قطب اولیاء کو
لٹ کر کے طبقے کہیں نہ کہیں کے
یک دم وہ کرتا ہے نیچے زمیں کے

سنا واقعہ جب سے اس زلزلہ کا
گیا بھول نقشہ ہمیں کربلا کا
ٹھا شور دنیا میں آہ بکا کا
وا گرم بازار موت و قضا کا
گردش میں ایسی زمیں آگئی ہے!
ہزاروں کی جانوں کو وہ کھا گئی ہے

رے دو منٹ میں عمارات کیا کیا
بے چاندی سونے جوہرات کیا کیا
ہوئی اینٹ پتھر کی برسات کیا کیا
ہوئے مہ رخوں کے قتل گھاٹ کیا کیا
ویا جو شب کو وہی نہ اٹھا ہے
لم وستم تیغ جفا سے کٹھا ہے

سندھی پنجابی تباہ ہوگئے ہیں
لکھاں خاندانی تباہ ہو گئے ہیں
جلا جل کے کوئلہ سیاہ ہوگئے ہیں
گذر گاہ کی وہ خاک راہ ہوگئے ہیں

آہ کچھ بھی نہ چھوڑا تبہ کاریاں نے
زمانے کی گردش ستم کاریاں نے
رہا زندہ ہرگز نہ ہندی حجازی
سکا بچ نہ بزدل نہ کوئی مرد غازی

گئے مر ہزاروں بچاری نمازی
لتھڑ خاک و خوں میں گئے بے اندازی
بچا نہ کلیسا نہ مسجد نہ مندر
کوئی خانقاہ و فقیر و قلندر

مثل جھولا کوئٹہ جھولارے تھا لیتا
دھڑا دھڑ دیواریں چبارے تھا لیتا
سنگین و پختہ حصارے تھا لیتا
چہرہ یہ خونی فوارے تھا لیتا

ظلم ایسا ہوتے نہ دیکھا کبھی ہے
اگر کوئی بچا ہے تو اک فیصدی ہے
چلا زلزلہ مثل چکی چکر تھا
نمونہ یہ بالکل قیامت حشر تھا

پڑا شورو غوغا ہوا گھر بہ گھر تھا
کوئی جا بھی سکتا ادھر نہ ادھر تھا
چھتوں کی کڑیاں تبر بن گئے ہیں
وہی گھر انہی کے قبر بن گئے ہیں

ملبہ کے نیچے ہزاروں پھڑکتے
دم دم تھے لاکھوں کے سینے دھڑکتے
شہتیر اور بالے تھے پھکٹر کڑکتے
جیسے فلک پر ہیں بادل گڑکتے

لکھ پتی مر گئے لکھ پتی رو رہے ہیں
آہ رو رو کے خواب عدم سو رہے ہیں
نہ مردہ کسی کا اٹھایا کسی نے
نہ غسل ان کو ہرگز کرایا کسی نے

نہ مطلق کفن تک پہنایا کسی نے
نہ قل و جنازہ پڑھایا کسی نے

رنج و مصیبت میں وہ پھنس گئے ہیں
عزیزوں کو چھوڑے ہوئے نس گئے ہیں

گئے مارے پل میں ہیں نامی گرامی
رہے جن کے مردے بلا قیر و سامی

کام آئے نوکر نہ آقا غلامی
رہا کرتے تھے جو کہ در پر مدامی

گر آقا پڑا ہے چباروں کے نیچے
تو نوکر دبے ہیں دیواروں کے نیچے

تھا انی سو پینتی مہینہ مئی کو
اکتی تریخ تن بجے شب گئی کا

خبر بدسنی ہم نے لورا لئی کا
کوئٹہ کی آبادی سب گر پئی کا

آیا چکر ایسا وہاں زلزلے کا
ہوا سخت نقصان برے بھلے کا

دیکھو زمانے کی یہ انقلابی
بچا رانی راجہ نے خان و نوابی

چھوڑے فلک نے ولائتی پنجابی
لتے جو ہر دم تھے مثل مہتابی

اگر اور سمجھو تو شمس و قمر تھے
لیکن خدا کے یہ حکم و امر تھے

یوں یتیموں کو روتی تھی حسرت
ی خون آنسو پروتی تھی حسرت

دست تاسف طوتی تھی حسرت
مثل والدین کے کھلوتی تھی حسرت

کین و بیوہ کو روتی تھی دم دم
ے کہ بارش برستی ہے چھم چھم

نہ سنتا کسی کی تھا فریاد کوئی
نہ دیتا کسی کو تھا امداد کوئی

ا مثل شیریں نہ فرہاد کوئی
ی حد نہیں ظلم و بیداد کوئی

وہ سب ڈب کے بحر فنا مر گئے

لکھاں پونڈ دولت یہیں دھر گئے

زمیں پھٹ گئی اور ابلتا تھا پانی

برطرف ہو رہے تھے نظارے طوفانی

مالک مکانات ہوئے لا

بچا کوئی لڑکا نہ مرد و ز

چکر اس وقت کا نظریں عجب تھا

خدا وند عالم کا خلاصہ غضب تھا

قدرت نے کیا کیا دکھایا

ہزاروں کے تن من ہوئے پاشہ

رلا ہر مسافر کا بے وطن لاشہ

پچھاتا کسی نے نہ نقش و نقاشہ

مٹائے زمیں نے انسان کیسے

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے

لہو رو رہے تھے غریبوں کے آنسو

سرخ تھے گل و عندلیبوں کے آنسو

مٹی میں بد نصیبوں کے آنسو

ے عزیزوں کے جیبوں کے آنسو

یتیموں کی آہ نے چکا اک جہاں تھی

رہی جن کی دنیا میں والدہ نہ ماں تھی

خوفنا کی آوازے نکلنا

و شرر سے اندازے نکلنا

کسی کے نہ مردے جنازے نکلنا

کفن نال میت نہ سازے نکلنا

ملک پر جب کہ گردش ہے آتی

اس طرح سے ہے موت و مواتی

بچا کوئی لاشیں اٹھانے نہ جوگا

قبر کھود کر کے دبانے نہ جوگا

کی حالت سنانے نہ جوگا

نیر آنسو بہانے نہ جوگا

تبہ ہوگئی ساری بستی کی بستی

کیا پارسی اور کیا آتش پرستی

کیا ملٹری کیا پولیس کے سپاہی
رو رو دبے پا رہے تھے دہائی
نہ ہوتی تھی مطلق کسی کی سنا
صغریٰ قیامت تھی ہر طرف آ
جیلوں کے قیدی تلک مر گئے ہیں
جو دنیا میں آ کر بدی کر گئے ہیں
پوچھو نہ بالکل مکانوں کی حالت
ہے خستہ خرابی ویرانوں کی حالت
فرم فیکٹری کارخانوں کی حالت
گئی گزری شاپوں دکانوں کی حالت
نظم جو کبھی تھے نثر بن گئے ہیں
درہم برہم ہو بے اثر بن گئے ہیں
گرانقدر اشیاء ہوئی ہیں شکستہ
پتھر اینٹ لوہا پڑا دست بستہ
نہیں ملتا ہر گز گذر گہہ کا ر
گلی کوچہ بازار و سڑک وچور

آبادی زمیں سے پیوست ہوگئی ہے
نکارا کمزور پست ہوگئی ہے
ہے ہر اک کے سر پر بنی ایک مشکل
بگڑے ہوئے بنتے ہیں بخت مشکل
پڑی ہر بشر کو ہے یک لخت مشکل
بنیں گے دوبارہ تاج و تخت مشکل
لاکھوں کے مالک محتاج ہوگئے ہیں
زخم خوردہ زیر علاج ہوگئے ہیں
بڑی شان رکھتے تھے سیٹھ و سوداگر
مثل مہرو ماہ تھے جہاں میں اجاگر
بنے ایک پلک میں فقیر و گدا گر
رہے چاندی سونے کے برتن نہ گاگر
بڑے خزانے عمر کی کمائی
کسی نے ہے ان کو کفن تک نہ پائی
دبے کہہ رہے تھے یہ مجھ کو نکالو
جلد اینٹ مٹی یہ پتھر اٹھالو

مری جان جاتی ہے یارو بچالو
سمجھ کر مجھے موت کے منہ نہ ڈالو
الٹا ادھر ادھر جاتا تھا بھاگے
کوئی نہ جواں مرد ہوتا تھا بھاگے
دبے جو دبے تھے اٹھے تھے جو ڈر گئے
پرول میں قیامت کے خوف و خطر گئے
ہوش و حواسوں سے ہو بے خبر گئے
اتنے میں قہر و غضب سب گزر گئے
صدا نفس و نفسی کی محشر بپا تھا
نہ بیگانہ ہرگز نہ اپنا بنا تھا
کیا مارا قدرت نے کوئٹہ پر چھاپا
ہوا خورد سب کا جوانی بڑھاپا
پڑا ہے شب و روز گھر گھر سیاپا
کسی کا تھا بھائی کسی کی تھی آپا
تباہ کر دیا ملک کو زلزے نے
اس کی طبیعت میں کیا ولولے نے

اس قدر گئی ہے نیست نابودی
نہ عیسائی نصاریٰ یہودی
جو دیتے تھے لاکھوں کو قرضات سودی
وگر قوم مسلم نہ اہل ہنودی
ے تلک ان کی لاشیں پڑی بے کفن ہیں
ئے قبر نیچے ملبے دفن ہیں
نہ اعلیٰ نہ ادنیٰ نہ افسر کو چھوڑا
عدالت کچہری نہ دفتر کو چھوڑا
منشی نہ بابو اسیر کو چھوڑا
رائے بہادر کسی سہر کو چھوڑا
کیا کیا بنے شخص لقمے اجل کے
اصل میں جو تھے خاندانی نسل کے
ئے بہادر جو گجرات کے تھے
لک ہزاروں جاگیرات کے تھے
دولت خزانے جواہرات کے تھے
بالکل شریفانہ عادات کے تھے

کبھی جو کسی سے ملاقات کرتے
مسکراتے ہنستے تھے وہ بات کرتے

صنوبر سرو تھا وہ اک بوستاں کا
شکل میں جو دیکھو تو چاند آسماں کا

شہنشاہ تھا اصلی یہ سب کشتگاں کا
بڑا ہم کو صدمہ ہے اس نوجواں کا

ظلم پر ظلم یہ ہے دیکھی نہ لاشی
عمر پینتی سالہ ہوئے سرگباشی

جاہ جلال اور عزت بھرم تھا
وہ دینا میں پتلا حیا و شرم تھا

مثل موم بالکل وہ دل کا نرم تھا
فردوس جنت وہ اہل ارم تھا

اے خدا تو یہ[1] کیا غضب کر دیا ہے
ہم کو بے آسرا بے سبب کردیا ہے

آہ چل بسا آج رائے بہادر
خدا کر دیا ہے حکم تقدیر صادر

روتے ہیں بھائی اور بہنیں برادر
دیگر نسل اور دادی و مادر

غریبوں کے روزی رساں مر گئے ہیں
ترے استاد قسمت نصیب ہر گئے ہیں

رباعیات

ثابت ہوا تجربہ سے یہ بہت دفع ہے
دنیا کی تجارت میں خسارہ یا نفع ہے
پیش نظر تو عشق مجازی کا صفحہ ہے
کچھ دل کا عجب حال ہے جب سے وہ خفا ہے

دیگر

تیری فرقت میں چشم خونفشاں ہے
پھر لینا دوبارہ امتحان ہے
سدا میں ڈھونڈتا پھرتا ہوں در در
خداوندا مقام دل کہاں ہے

---

[1] نے محذوف ہے

دیگر

ترقی کا یہ زمانہ ہے جلدی قدم اٹھائے جا
نیچے نہ دیکھ اپنے کو سر فلک چڑھائے جا
رستے میں حائل جو ہووے پامال کر دبائے جا
میرا جو حال ہو سو ہو برق نظر گرائے جا

دیگر

دیکھ کے ان کا جلوہ اور کہ رعب و جلال
ہو گیا مثال موسیٰ کمزور و نڈھال
میرے نیم بسمل ہونے کی نسبت تمام گواہ ہیں
اہل بزم سیکرٹری صاحب جناب سرداری لعل

دیگر

کیا حسن پوچھتے ہو اس طفل نواب کا
دعویٰ ہے جس کے لب کو ولائتی عناب کا
بوس و کنار ہوا نہ فوراً بگڑ گیا!
افسانہ رہ گیا مرے حال خراب کا

دیگر

اگر یونہی ملتی رہی ہم کو بھرتی
اڑا دیں گے جاپان جرمن کی دھرتی
سوا اس کے بحر و سمندر میں اپنی
اٹلی بھی دیکھے گا لاشوں کی ترقی!

دیگر

آزادی کا زمانہ ہے جو دل چاہے بھیا کر
ظاہر داری بھی رکھ اپنی مگر کچھ کچھ چھپ چھپا کر
ممیاتی چلاتی ہے بیچاری اپنے کلے پر
تو گاندھی جی کی بکری کے لیے بکرا مہیا کر

دیگر

اس قدر شان وشوکت سے نکلا ہے گجرات میں جلوس
کہ جس کو شوق سے دیکھتا رہا عرش پہ رب قدوس
خدا سلامت با کرامت رکھے تاج برطانیہ کو
اور کہ معاون رہیں چین امریکہ شہنشاہ روس

دیگر

تب تلک ہرگز کبھی کودیں گے نہ اچھلیں گے ہم
جب تلک جاپان تیرے سر کو نہ کچلیں گے ہم
تم نے چمک دیکھی نہیں قینچی ولائتی استرا
جس سے تیری داڑھیاں مونچھیں سبھی مچھلیں گے ہم

مسٹر جسٹس منیر جج عدالت عالیہ ہائی کورٹ لاہور کے

دروۂ گجرات پر

سلام عرض کرتا ہوں جناب جج صاحب محمد منیر
خضر الیاس کی زندگی بخشے آپ کو خدا وند رب قدیر
کوئی عہد داری ممبری مجسٹریٹی کی آرزو نہیں
ہاں عرصہ دراز سے شوق رکھتا ہوں انعامات جاگیر

نہ الفاظ حمد و ثنا جانتا ہوں
نہ دلچسپ طرز ادا جانتا ہوں
بس اتنی عبادت ہے میری کہ تجھ کو
خدا مانتا ہوں خدا جانتا ہوں

عہد میں شاعر کے لیے قوت نہیں ہے
باغ میں طوطی کے لیے توت نہیں ہے
نظر عنایت چاہیے حکام وقت کو
بندہ ہے یہ ہاروت یا ماروت نہیں ہے

....

کے جو مزے ہیں ہرگز یہ کم نہ ہوں گے
چے یہی رہیں گے افسوس ہم نہ ہوں گے
علم جدید بالکل رکھ دے گا سب مٹا کر
مندر کلیسا کوئی دیرو حرم نہ ہوں گے

....

کی عدالت ہے یاکہ گیس و شمع ہے
ں کا جلنے کے لیے ہجوم جمع ہے
انصاف کے رو کرتے جو کچھ بھی کر سکیں
ہرگز کبھی کسی سے خوشامد نہ طمع ہے

....

شخص کرتے ہیں افسر پرستی
ان کو کہتے ہیں ٹوڈی ہستی

مگر بے وقوفوں کو چاہیے سمجھ

عجب شے ہے دنیا میں حکومت کی مستی

....

ہٹلر کے سر سے کیا کیا نہ سودا اتر گئے ہیں

کبر و غرور شوخی برملا اتر گئے ہیں

کرتے تھے ایک پلک میں لاکھوں کو غرق :

دے دے کے جوش آخر کو دریا اتر گئے ہیں

....

سرمے کی دھار تیغ سا اپنی پھبا کے آنکھ

میرے قتل کو آتے ہیں کیا کیا سجا کے آ

حد سے بڑھی ہوئی ہے ان کی بے تکلفی

ہر شب کو بعد سوتے ہیں وہ چم چما کے آ

عقل آتی ہے بشر کو ٹھوکریں کھانے کے بعد

رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ پس جانے کے ا

زندگی میں دو ہی گھڑیاں مجھ پہ گزری ہیں کٹھن

اک ترے آنے سے پہلے اک ترے جانے کے

....

ں کیا شے ہے کسی عاقل سے پوچھنا چاہیے

ں طرح جاتا ہے دل بے دل سے پوچھنا چاہیے

خوبی رخسار خوباں گل سے پوچھنا چاہیے

اضطراب عاشقاں بلبل سے پوچھنا چاہیے

....

ں و قمر ہی دیکھو گے جس جس کو دیکھئے

سے تو سب زیادہ ہیں کم کس کو دیکھئے

مایوس ہو کے بیٹھنا زیبا نہیں تجھے

دنیا کے طمع لالچو ہوس کو دیکھئے

ھا جناب میری زمانے کا الٹ پھیر

اکو فروخت ہو رہا ہے چار روپے سیر

پھر یہ کہ کوڑا تلخ چسکی دار نہیں ہے

کیا ظلم ستم قہر اور اندھیر ہے اندھیر

....

ا دکھایا جو مجھ کو مرزا غالب

بوسے لوں گا در و دیوار غالب

اس کے بعد وسکی برانڈی بیرورم

کر دوں گا چھم چھم نثار غال

....

نذر عقیدت جناب چوہدری محمد اسلم صاحب مجسٹریٹ

درجہ اول گجرات

چوہدری اسلم نے جب مجھ پر مروت کر دیا

میں نے پھر بانگ دہل نذر عقیدت کر

کیا عجب الفت محبت اور شفقت کر دیا

چار سو عالم میں میری شان و شوکت کر

خشک عرصے سے پڑی تھی سخن کی کھیتی میری

بس انہی کے دم قدم نے ابر رحمت کر

کیوں نہ میں مشکور اور ممنون ٹھہروں گا

اک گدایان گدا کو صاحب ثروت کر

کیا وسیلہ دے دیا مجھ کو خدا کی ذات نے

ہر طرف ہر جانب جس نے نور وحدت کر

شکریہ کرتا ہوں میں کہ تیری کوشش نے مجھے

آشنائے دین و دنیا ملک و ملت کردیا

تیرے اقبال سے چمکا ہوں مثل آفتاب

ایسی حرمت آبرو توقیر و عزت کر دیا

سلامت با کرامت آپ کو رکھے مدام

جس نے اعلیٰ ہستیوں سے میری نسبت کر دیا

تفریح کا لچیٹی نوجوانوں کے لیے

اک گلستان بوستاں اور باغ جنت کر دیا

ا جلدی ہی تھا بانگ دہل استاد جی

لیکن ہے افسوس کہ کاغذ نے قیامت کر دیا

جشن فتح

اور کامیابی کی مبارک باد دیتا ہوں

حیلے بہانے سے تمہیں امداد دیتا ہوں

گھبرانا نہیں چاہیے خوشی اور شادمانی کر

تجھے شیریں کے ملنے کی خبر فریاد دیتا ہوں

ی اوج پر آج کل سمجھو میرا جذبہ

برلن کی دیواروں پر بھی جھنڈے گاڑ دیتا ہوں

بمباری مکانوں تک نہیں محدود میری

اگر چاہوں مسلسل کوہستاں کو ساڑ دیتا ہوں

دلیری جرأت کس کو ہے مقابل ہو سکے استاد
دشمن جہاں سے بھی نکلے ادھر ہی واڑ دیتا ہوں

....

فتوحات برلن اور ہٹلر کی موت

چڑھے تھے جو مارن وہ خود مر گئے ہیں — سبھی دنیا دولت یہیں دھر گئے ہیں
بعضوں کی رائے ہے زندہ ہے ہٹلر — بہت کہہ رہے ہے خودکشی کر گئے ہیں
بہت اس طرح سے روایت ہیں کرتے — گولی کھا کے میدان میں گر گئے ہیں
لگی اس قدر زور وقوت ہے جس سے — پردے دماغوں کے سب چر گئے ہیں
مگر لاش کا کچھ پتہ نہیں ملتا — تجسس میں لاکھوں نامہ بر گئے ہیں
مشکل سے نکلیں گے شیر پنجابی — اب ہم تو جرمن کے وڑ گھر گئے ہیں
فتح کامیابی قدم چومتی ہے — جس جس طرف کو شیر نر گئے ہیں
چڑھی اس قدر آگے فوجیں ہماری — کہ بھول ان کو سارے کروفر گئے ہیں
رہے کس قدر جوش و جذبہ دکھاتے — مگر آ کے آخر وہی ہر گئے ہیں
چلا گئے ہیں دنیا میں خونی فوارے — دریا و نالہ ندی بھر گئے ہیں
بڑی مشکلوں سے ہوئی کامیابی — کمانڈر کمشنر آفیسر گئے ہیں
ہر اعلیٰ فوجی تھا شامل — صوبیدار لفٹین و میجر گئے ہیں
ہوئی سخت سنگین بم بات ایسی — کہ اقوام جرمن کے سب وڑ گئے ہیں
بڑا خوف و ہیبت کا سایہ جو آکر — تو عورات نازی حمل جھڑ گئے ہیں

ـ پھیر کیا کیا زمانے دیکھا — کچھ ڈب گئے ہیں تو کچھ تر گئے ہیں
ں گر جو پوچھے تو کہہ دوں گا استاد — ہم ہیں جو برلن کو سر کر گئے ہیں

فلمی دنیا کا پرستان اور اس کے حور و غلماں

روشنی کیا غضب ڈھا رہی ہے
ں حجابوں کو اٹھوا رہی ہے
بیٹی باپ کے سامنے گا رہی ہے
تھرکتی ادھر سے ادھر جا رہی ہے
یب حاضرہ کا یہ فاحشہ اثر ہے
دو اگر کوئی باقی کسر ہے
کوئی بی اے، ایم اے ہے کرتی کراتی
کوئی خاص لندن ولایت کو جاتی
ں حسن کے نیز خنجر چلاتی
وں کی جانوں کو کشتہ بناتی
دیکھو نزاکت عجب سیم تن کی
اٹھاتا ہے گھڑی سب تن من کی
ں میں دیکھا ہے عالم حسینہ
ق ہیں جیسے کبوتر کے چینہ

سینہ جنہوں کا مخمل مرینہ
سنبھالے ہوئے ہیں حسن کا خزینہ

عاشق سدا واہ واہ کر رہے ہیں
وہ تیغ حسن سے فنا کر رہے ہیں

گذشتہ طوائف تھیں اب ایکٹرس ہے
ہندوستان میں فاحشہ تو انگلش میں مس ہے

مر مر کے پایا انہیں پایا جس ۔
مشقت سوا ملتا انعام کس ۔

شریفوں کی پردہ دری ہو رہی ہے
عیاش کی جلوہ گری ہو رہی ہے

کہیں پاٹ زیب النساء دیکھتے
نسیم پری چہرہ سا دیکھتے !

کہیں نور جہاں شانتا دیکھتے ہیں
کہیں حسن بانو شیلا دیکھتے ہیں

انداز و نخرہ ہوتا ہر محل ۔
تجھے نوجوانوں پیغام قتل ۔

ہیں دیکھی جاتی ہے راجن کماری
تی ستارہ راما دلاری

کہیں تارا بائی ہے ساڑی سنگاری
کہیں ہے سلوچن بڑھاپے کی ماری

ا ہے عمر بھر کنواری رہی ہے
ور حسن کی پوجاری رہی ہے

کہیں ہے مادھوری کہیں سیتا دیوی
کہیں پدما دیوی کہیں مایا دیوی

بیدہ حمیدہ اور مولا دیوی
کہیں مختار ممتاز سادرگا دیوی

فلم کیا حسن کا یہ دفتر کھلا ہے
جو جواہرات سونے کے بھاؤ تلا ہے

ہے ہر اک ادا ان کی فتنہ قیامت
فرشتے بھی دیکھیں رہیں نہ سلامت

زاہد پوجاری کو بھولے امامت
حسن کیا ہے ان کا حشر کی علامت

جو دیکھ لیتا ہے شیشہ سکندر
پھر دیکھتا ہے وہ مسجد نہ مندر
حسینوں دیکھی ہے شوخی شرارت
جلوے کرشمے غمزے امارت

ہوگی جہاں پر بھی ایسی بشارت
بڑھے گی چشم کی بصیرت بصارت
سوا اس کے سمجھو تو مردہ دلی ہے
یہ بھی کوئی زندگی زندگی ہے

چہرے سفید یہ سرخی کے کشکے
حسن کے محافظ سیاہی کے نقشے
جب تک کسی کو اجازت نہ بخشے
نہیں جوہر پاتا داد و دہش کے

رخ مات کرتا ہے شام شفق کو
گیس و شمع اور بجلی برق کو
بعض ایکٹرس کو مغموم دیکھا
مثل روتے دھوتے ہے مظلوم دیکھا

قسمت ابھرتی نہ مقسوم دیکھا
سدا حسن دولت سے محروم دیکھا
ہمیشہ آہ نالہ ہے حسرت پرستی
آنکھیں ہیں نوجوانوں کے آنسو برستی

بعضی تو بالکل الھڑ لڑکیاں نے
سٹیجو پہ پختی وہ ہے دھڑکیاں نے
کیا چشم عاشق میں بار ڑکیاں نے
دنیا میں بجلی مثل لڑکیاں نے

زمانے کی نظر میں مقبول ہیں وہ
ابھی تو گلستاں کے اک پھول ہیں وہ
بعضی ہیں دو تین بچوں کی مانواں
چلتے ہیں جو ساتھ ناز داد انواں

سدا جن کے سر ہیں بہشتوں کی چھانواں
بدلتے جو رہتے ہیں آبرو ہوانواں
اصل میں یہی ہیں پری حورو غلماں
فرضی ہے کوہ قاف کا جو پرستاں

آنکھوں میں مستی بلا کی کشش ہے
جنت سے آئی کوئی حوروش ہے
عاشق کا لٹنا معشوقی روش ہے
سدا رہتی دونوں میں کیا کشمکش ہے
کبھی صلح کرتے ہیں کبھی روٹھتے ہیں
کبھی گلے ملتے ہیں کبھی کوٹتے ہیں
عجب دل کشی ہے سریلی آوازیں
پڑھیں جن کے قدموں پہ زاہد نمازیں
جن کی زینت زیبائش ہے معجز بجازیں
نکلتی ہیں لاکھوں نزاکت سے نازنیں
سو سو نخرہ ہے اک اک ادا میں
قیامت پوشیدہ ہے اس ماہ نفا میں
حسن والوں کی ہے یہ پہلی نشانی
مثل تیغ ابرو قمر سا پیشانی
برق پاش جو بن شباب جوانی
شکل صورت ہو جس کی جلوہ ربانی

دیکھو زمانہ ہے یہ خود سری کا
جو شوق رکھتے ہیں حورو پری کا
ہے دنیا میں بہتر حسینوں کی زندگی
جہاں جائیں ملتی ہے اوج و بلندی
نہیں پیش جاتی ہے زندوں کی زندگی
کریں جو عبادت خدا کی نہ بندگی
حکومت حسن کی سدا اوج پر ہے
دلیری جرأت لشکرو فوج پر ہے
تم اگر ڈھونڈتے اگر
تو فلموں میں رکھو سدا آنا جانا
یہیں پر سنو گے
رقص و سرود و طرب ناچ گانا
ہے آرام و آشائش
موجودہ زمانہ ہے بالکل نمائش
بعضی تو پتلا ہیں شرم و حیا کی
بہت چلبلی اور چنچل ادا کی

حسن جن کا بالکل خنجر جفا کی
جو نام جانے نہ مہرو وفا کی
دانی ہیں شیطان کی ٹوٹیاں بھی
دیتی ہیں شب کو پلنگ کی ڈیوٹیاں بھی
ہے تکنا حسن کا روحانی مستر
سراسر ہے ہوتی جوانی مسرت
شکوہ گلا چھیڑ خوانی مسرت
ہے تیزی طبیعت روانی مسرت
کبھی مست داری تھی کیا جام جم میں
اب وہی خوبیاں ہیں تو ٹاکی فلم میں
ہے ہر اک اداکار چڑیا سنہری
چمکتا ہے جیسے سورج دوپہری
آتش فشاں ہے حسن کی کچہری
بچتا نہیں ہے بری ہو یا بحری
کیا کچھ ہے دنیا میں استاد دیکھا
حاکم حسن کا ہے ارشاد دیکھا

زمانہ آگیا جب سے علاؤالدین ارشد کا

دم کو چل بسا ہے جاناں تمہارا دم قدم جد کا
لا مطلق نہیں ہم کو تمہارے قامت و قد کا
حقیقت میں نہیں اولاد حسرت یاس ہے ہم کو
خبر لے گا تو لے گا کون بعداز موت مرقد کا
ہزاروں یاد کرتے ہیں زمانے میں مجھے لیکن
صلی وارث نہیں کوئی ہے میرے جائے مسند کا
مبارک ہو مسرت ہو تمامی اہل محفل کو
کہ مشکل وقت گزرا اس بت کا فرو مرتد کا
کسی کی کیا پڑی تجھ کو نباہ اپنی زمانے میں
کہنا ہے تو یہ کہنا ہے میرے پیرو مرشد کا
پڑے نہ واسطہ جب تک کسی کے ساتھ دنیا میں
پتہ چلتا نہیں بالکل شریف و نیک اور بد کا
برا ہووے غریبی کا اگر ہوتا تو نگر بھی
تو پھر میں سیر کرتا خوب قندھار اور سمر قند کا
سورج چاند تارے اور گیس و شمع کب ہوتے
اگر ہوتا نہ عالم میں کبھی آمد محمدؐ کا
پڑا ایسا کال آکر دمشق و مصرمات ہوگئے
بہت مشکل گزارہ ہے میرے جیسے مجرد کا

میں تنہا کہہ رہا ہوں وہ تقاضا کے لیے جاتے ہیں
چلو میں کچھ نہیں دیتا نہ گنپت نہ میری چند کا

خودی ایسی سمائی ہے دل و دماغ میں آکر
نہیں محتاج میں رہتا ہوں زیدو عمرو خالد کا

مبارک ہو مسرت ہو تمامی اہل محفل کو
کہ مشکل وقت گزرا ہے اس بت کافر و مرتد کا

فخرو ناز ہے استاد ہم کو بے حسابانہ
زمانہ آگیا جب سے علاؤ الدین ارشد کا

جناب ڈپٹی کمشنر علاؤالدین ارشد کی ملاقات

عید کے روز ہم نے بھی دیکھا تھا صاحب بہادر کا رخ آفتاب
اورلوگ تو تارے نظر آتے تھے لیکن آپ چودھویں کے مہتاب
آنحضور کا قدوقامت کمال کا اوج و بلندی پر تھا
جس کے آگے بالکل ہیچ تھے رستم زوال اور سہراب
خاص و عام آنجناب کی سلامی غلامی کے لیے حاضر تھے
ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ مال افسر تحصیل دار اور کہ راجے نواب

آپ کا اجلاس خاص کر کے ایک فردوس بریں بنا ہوا تھا
جس میں ہر جانب سے آرہی تھی عطر ولونڈر خوشبوئے گلاب
ڑاسی ہر ایک کے آگے فروٹ کی دعوت پیش کرتا رہا تھا
بن بعض آدمی برملا کھاتے تھے اور بعض کرتے تھے شرم حجاب
کرسیاں ایک درجن کے قریب لگی ہوئی گول میز کی طرح
جس کے باعث خاص وعام کو کر رہے تھے اپنی زیارت سے شرفیاب
تی جاتی دفعہ ہر بشر سے پنجے لیتے تھے خوش مزاجی سے
ی تکلف سے کبھی اٹھتے کبھی بیٹھتے تھے جناب
بالا دست حکام کی ہر طرح تابعداری کرتا ہوں استاد
اس میری محنت و جانفشانی کی تمام گواہ ہے گجرات پنجاب

عاشق معشوق کا مقابلہ

نرگس نارنگی سبزیات لالہ زار کے
کچھ اب کے سال رنگ سے ہیں بہار کے
جب نازنین نکلیں گے مکھڑا سوار کے
کیا کیا نہ لطف آئیں گے بوس وکنار کے
عاشق کسی نے رگڑا اور کچلا ہے اس قدر

آتے نظر ہیں ہم کو وہ مردے مزار کے
نازک نرم معشوق کو مطلع رہے تو یہ
ہرگز نہ چاہیے سونا پوزیشن اتار کے
جہاں پر کسی بلایا تو وہاں پر چلے گئے
نوکر تو تم نہیں کوئی سارے سنسار کے
ہیں جس قدر بھی دنیا میں ترے ہی گاہک ہیں
سینے کے سرخ سیب ولائیتی انار کے
چہرہ پر نور کی تعریف کیا کریں
ثانی ہو جب کہ پہلے ہی مطلع انوار کے
آتش ہجر سے جل گیا استاد آج کل
اک دن تو رکھ دو اس کے بھی سینے کو ٹھار کے

روزمرہ اور استاد امام دین

کیا کر سکوں گا آج میں خدمت حضور کی
گو آپ خاص آئے ہوں منزل سے دور کی
گیس و شمع کے جلنے کی حاجت نہیں رہی
کافی ہے روشنی تیرے رخ کے ہی نور کی

نجر حسن کا کشتہ ہوں شاید کہ اس لیے
پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی
رآن ہوتے ہوئے ضرورت نہیں ہمیں
انجیل وتورات اور دیگر زبور کی
کہتے ہو روز اور کہ آتے نہیں ہو پھر
کچھ تم سے مشورات ہے چند اک امور کی
ؤ تو کھاؤ شوق سے تجھ کو قسم خدا
ٹی پارٹی ہے مالٹے کے لیے انگور کی
ندگی کا لطف چاہتے ہو دائم سدا سنوں
فونوں گراف ریڈیو طبلے طنبور کی
لیا کچھ سزا جزا دیا چاہتے ہو تم استاد
جرمن جاپان اٹلی نے جو جو قصور کی

فیروز پور کا مشاعرہ

بل از قیامت حشر دیکھتا ہوں — اک عالم کو زیر وزیر دیکھتا ہوں
ب الفت محبت وفاداریاں کہاں — ظلم ستم قہرو جبر دیکھتا ہوں
ہر ملک شہروں میں چکر لگا کر — میں اہل ہنر کا ہنر دیکھتا ہوں'

جانوں نہ جانوں عزیز و بزرگو
تجھے میں تو شمس و قمر دیکھتا ہوں

اے جان من تیرے دندانوں لب کو
یاقوت و لعل و گہر دیکھتا ہوں

ترقی کیا اس قدر ہے بشر نے
کہ اڑتا مثل جانور دیکھتا ہوں

آخر یہ اپنی اپنی جنگ وجدل میں
فتح کامیابی ظفر دیکھتا ہوں

تخیل کی دنیا سے ہم سفر ہو کر
آسمانوں پہ اپنا گزر دیکھتا ہوں

پستی بلندی فرش سے عرش تک
بس تو ہی تو ہے جدھر دیکھتا ہوں

تیرے باب عالی پہ جھکتے جھکاتے
بڑے شہنشاہ تاجور دیکھتا ہوں

موجودہ لڑائی میں بم بات آگے
ہوئے فیل تیغ و تبر دیکھتا ہوں

طے کر رہا ہوں میں شاعری کی منزل
نہ رستے میں ہادی خضر دیکھتا ہوں

تھوڑے ہیں جو کہ بجز باپ کے ہیں
بہتوں کو مادر پدر دیکھتا ہوں

بہت دبلے پتلے ہیں کمزور لاغر
لیکن بعض کو شیر ببر دیکھتا ہوں

رقیب اور حاسد ہیں بے پر اڑاتے
انہیں میں تو شیر وشکر دیکھتا ہوں

سوا اپنے چرچہ زمانے میں استاد
نہ خالد نہ عمرو بکر دیکھتا ہوں

جناب ڈپٹی بنوٹ صاحب گجرات

مبارک ہو کہ آج صدر ہوئے ہیں جناب ڈپٹی صاحب بنوٹ
قحط سالی کا زمانہ ہے ورنہ نچھاور کرتا پونڈ اور نوٹ

پبلک میں مشہور ہے ان کی ہر دل عزیزی خاص کر کے
کیونکہ سخت سنگین جرم میں بھی دیتے ہیں ملزم کو چھوٹ

ن کے باب عالی پر جو بھی جاوے کبھی خالی نہیں آتا
ر وہ چپا ٹکڑہ مانگے تو یہ دے دیتے ہیں سالم روٹ

انسانی ہمدردی اور کہ عنایت شفقت مہربانی کرنا
بس یہی ہے ایک بے مثال مذہب عیسائیت کی رپورٹ

فاق اتحاد بڑی زبردست طاقت ہے دنیا میں استاد
را نہ کرے کہ تمہارے ہمارے درمیاں پڑ جائے کوئی پھوٹ

کوٹھی نواب صاحب چوہدری فضل علی خان گجرات

وٹھی ہذا میں آئے دن رہتی ہے کیا رونق بھلی
صاحب ستھرا باغ جس کا اور سب کوچہ گلی

، جگہ سمجھو تو سمجھو شہر کا جائے فخر
فضل علی کو فضل علی کہیں یا نکہ اولیاء ولی

و وجود ان کا نہیں حاضر موجودہ وقت میں
کارنامہ تا قیامت رہے گا روشن جلی

د ازاں استاد اس مرحوم اور مغفور نے
جانشیں چھوڑے ہیں دو مہدی علی اصغر علی

جناب ڈی آئی جی سنت پرکاش راولپنڈی

سلام عرض کرتا ہوں جناب صاحب سنت پرکاش
ایک دو صدی نہیں بلکہ ہزارہا سال زندہ باش

آپ کے عہد حکومت میں ہم کو کوئی شخص عیار نظر نہیں آ
نہ رہزن نہ ڈاکو نہ چور نہ گنڈ کترا گندا باش

تمہارے خوف و ہیبت سے ہر بشر کاروبار میں لگا ہے
کیا اعلیٰ ادنیٰ منشی متصدی غریب غربا مفلس و قلاش

جناب والا کے محکمہ میں کسی امر کا شکوہ شکایت نہیں۔
سب لوگ خوش بخوش ہیں اور کہ ہشاش بشاش

استاد کہتا ہے کہ شاعر کو قوت لایموت کی ضرورت ہے
اور کسی حسین ماہ جبین کی ہم کو ہرگز نہیں ہے تلاش

جناب قائداعظم محمد علی جناح

ہم سے بہت بہتر ہے کشمیر و روالپنڈی کا گرد و نواح
جنہوں نے شرف حاصل کیا ہے قائداعظم محمد علی جناح

ہزار ہزار شکر ہے کہ یہاں پر بھی تشریف آور ہوئے ہیں
جس سے خوش بخوش ہو گئے ہیں اہل گجرات کے اروا

ر دنیا سے پار لگا کر چھوڑیں کشتی و جہاز
ونکہ نہایت تجربہ کار ہیں ہمارے کیپٹنوں ملاح

جائے افسوس ہے کہ مسلم لیگ بالکل مانتی نہیں ہے
ورنہ کانگرس ہر چند چاہتی ہے پاکستان کے ساتھ نکاح

ارے زخم جگر کا علاج خوب پہنچانا ہے آپ نے
س لیے تمام ناقابل سمجھے جاتے ہیں زمانے کے ڈاکٹر و جراح

جو بھی کریں سب کا سب منظور و قبول ہے ہم کو
آپ کی ذات بابرکات کا ساختہ پرداختہ ہے ہر طرح مباح

رق میں ہو یا غرب میں جنوب میں یا شمال میں
پ کے نام نامی سے ہوتا ہے ہر جلسہ تعمیر و عمارت کا افتتاح

اے آقا نامدار تم ایک آفتاب کی طرح روشنی ہو دنیا میں
اس لیے استاد کیا کر سکتا ہے تیری تعریف و مداح

ہند مسلم اتحاد

ہاں تک بھی ہو سکے ہندو مسلم دوستی اتحاد کرو
وجودہ وقت میں دور اپنے دلوں سے دیرِ عناد کرو

اگر آسائش و آرام سے پنجاب ہندوستان میں رہنا چاہتے ہو
تو یک جہتی کے ساتھ اٹلی جاپان جرمن کو برباد کرو

یہ وقت نہایت جنگجو اور کہ زبردست دلیری کا ہے
اس لیے تم اپنے دلوں کو سنگ آہن پتھر وفولاد کرو
حکومت نے خزانوں کے منہ کھول دیئے ہیں دولت لوٹی جاری ہے
آپ اسکے کھانے کی طرف دھیان نہ کریں بلکہ بچانے کا بھی ایذ کر
آج کل ہزار ہا روپیہ پبلک کی جیبوں میں آرہا ہے
اس کو بطور قرض کے دے کر سرکار دولت مدار کی امداد کرو
اس نازک وقت میں حکام کی مدد کرنا بہتر ہے ہمارے لیے
ورنہ بعد لڑائی کے ایک نہ سنی جائے گی اگرچہ تم ہزار فریاد کر
آئندہ زمانے میں ان کو ملاقات کا موقع ملے گا جنکے پاس ثبوت ہوگا
اس لیے تم جلد جلد کوئی نہ کوئی حاصل سند اسناد کرو
جو بھی کرو ذوق شوق سے ابتدا سے انتہا کو پوچا
ورنہ حکومت کے حق میں نشریات مثال استاد کر

حلقہ ادب گجرات اوراعزازات

یہ نظم یکم اپریل ۱۹۴۴ھ کو حلقہ ادب گجرات کے اس مشاعرہ
تقریب پر لکھی گئی۔ جس میں استاد صاحب کو حلقہ ادب گجرات کی طرف
سے A.S.S (افسر شعروشاعری) اور USA (استاد شعراء شاعری)
خطاب دیا گیا ہے۔ خادم

ے خدا وہ کون سا دن ہے جو مجھ پہ تیری عنایات نہیں
تعداد اور بے شمار ہیں اس لیے کوئی حسابات نہیں
میں تیری ہستی کا قائل اور کہ ہر طرح جانتا پہنچانتا ہوں
لیکن ہزار افسوس کہ دلچسپیئے عبادات نہیں
س کو چاہے تو دے سکتا ہے مال ومتاع دولت و دنیا
ری ذات بابرکات میں کوئی چھوٹے بڑے کا امتیازات نہیں
حلقہ ادب اور کہ ارباب ذوق نے بہت کچھ دیا ہے میرے کو
جن کے بارے میں ادا کرسکتی میری زباں شکریات نہیں
بھی بی اے، ایم اے کبھی پی ایچ ڈی ڈگریاں حاصل کرتا ہوں
د کہ دیگر کسی حریف و حاسد کے ایسے خطابات نہیں
ملک الشعراء استاد الشعراء عالم افسر شعر و شاعری ایل ایل ڈی
کیوں جناب ہے کوئی باقی بچا ہوا جو میرے پاس القابات نہیں
یرے شعروسخن کو خاص و عام نے لوٹ مچا رکھی ہے
مالانکہ یہ کوئی نوٹ پاؤنڈ ہیرے موتی جواہرات نہیں
پبلک میرے کو اعزازات سے بار ہا دفعہ سرفراز کر چکی ہے
لیکن افسوس کہ موجودہ حکومت کو کوئی بھی تو حاجات نہیں

چار بھتیجے اور ایک ہمشیر زادی کا لڑکا بھرتی کرا چکا ہوں
بالکل حقیقت یہ ہے کوئی اس میں لغویات نہیں

بذات خود سرکاری پروپیگنڈہ اور نشریات کرتا ہوں
تاکہ کوئی حریف حاسد یہ نہ کہے کہ اس کے جنگی خدمات نہیں

میں اپنی آواز بذریعہ بانگ دہل شرق وغرب تک پہنچا چکا ہوں
پھر کیا وجہ ہے کہ ملتا میرے کو انعام اکرام جاگیرات نہیں

حضور والا کے خزانوں سے ہر اعلیٰ ادنی جیبیں گرم کر رہا ہے
لیکن صد حیف کہ ہمارے بھاگ نصیب قسمت برات نہیں

انسان انسان کو بگاڑتا ہے اور انسان ہی سوارتا ہے
وہ شخص اس راز کو نہیں سمجھتے جن کو علمی معلومات نہیں

کامیابی کے اسباب میرے کو بالکل نزدیک نظر آرہے ہیں
لیکن شرط یہ ہے کہ آپ صاحبان کے دل میں کوئی منافقات نہیں

ان کے فیض سخن سے عالم گیر شہرت حاصل کر چکا ہوں
لیکن یہ ہم نے مانا کہ ہم حالی، غالب و اقبالات نہیں

کہیں ایسا نہ ہو دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز
بس اس سے بڑھ چڑھ کر استاد کر سکتا کوئی گزارشات نہیں

ملک عبدالرحمٰن خادم صدر حلقہ ادب گجرات کے حق میں دعا

خداوند تو خادم کو شفا دے
جلد ہی بستر غم سے اٹھا دے

ایسی کوئی دست شفقت سے دوا دے
جو حکیم و وید ڈاکٹر کو بھلا دے

اگر کچھ وہم ہے اس کو ہٹا دے
یاں اصل مرض کا مدعا بنا دے

پبلک تنگ رہی بانگ دہل سے
اٹھے اور غلطیاں ان کی لگا دے

عجب کیا ہے تیر اس التجا کو
استاد منظوری و مقبولی خدا دے

(جولائی ۱۹۴۴ء)

چوہدری چھوٹو رام کی یاد میں

وفا داری بشرط استواری اصل ایمان ہے
مرے بت خانہ میں تو کعبہ میں گاڑو برہمن کو

کر گئے دنیا میں کیا کیا نیک نامی چھوٹو رام
کٹ گئے ہیں جاٹ طبقے کی غلامی چھوٹو رام

فیض پہنچا، جن کو ہے تیرے حکومت عہد میں
عمر بھر ہوتے رہیں گے وہ سلامی چھوٹو رام

کوئی موقع ہی ہمیں شکوے شکایت کا نہیں
خوش بخوش ہیں آپ پر خاص و عامی چھوٹو رام

بہت مشکل سے ملے گا آپ سا روشن ضمیر
گو پر ہو جائے گی وزیر زراعت کی آسامی چھوٹو رام

حکام وقتی ماتحتی صف میں ہیں تیری اور سب
پنڈ تو رشیو منی گیانی سوامی چھوٹو رام

جٹکی بستی کا نہیں کوئی خیرخواہ تیرے بغیر
تم ہی تم تھے اعلیٰ ہستی انتظامی چھوٹو رام

جا نہیں سکتا کبھی ساری حیات
سن لیا ہے جس نے تیری خوش کلامی چھوٹو رام

نو ماہ جنوری اور سالی پنجتالی کو خاص
ہو چکی زندگی تمہاری اختتامی چھوٹو رام

افسوس و حسرت یاس سے بیٹھے ہیں سب
کیا مدبر عالم و نامی گرامی چھوٹو رام

کل زمانہ کر رہا ہے اس وقت استاد جی
تیری عزت آبرو اور احترامی چھوٹو رام

استاد امام الدین لاہور

عجب لاہور دیکھا ہے کیچڑو دل دل
کہیں گئے گوڈے کہیں لکیاں گل گل

اپوزیشن کسی کی بھی بچتی نہیں ہے
کیا گرم کپڑے کیا لٹھا مل مل

بہت گذر جاتے ہیں پائمال کرتے
بہت ڈگتے رہتے ہیں بالکل مسلسل

گڈے رہڑی ٹانگہ حیوانات دیگر
چلتے چلاتے تلکتے ہیں پل پل

سڑکوں کی حالت نہ پوچھو کہ کیا ہے
سیلاب گلیوں میں رہتا ہے جل تھل

صدیوں کا یہ شہر آباد ہو رہا ہے
راکھ ہو چکی ہے مٹی یہاں کی جل جل
کوشش جدوجہد کر کے بزرگو!
مکا ڈالو اک دن سدا کی یہ کل کل
سنوں گر کسی کا جو دکھ درد استاد
مثل کانپ جاتا ہوں بونچاں وزل زل

یادگار کی آمد جاپان سے

کیا فخر تجھ کو ہوا ہے چھونئے ملتان آج
اترا تری سر زمین پہ میرا شاہ خوبان آج
پنجہ صیاد میں ٹھہرے ہو ساڑھے چار سال
بڑھ گئی ہے آسمان تیری شوکت شان آج
رنج و غم اور سختیاں سب سہتے سہتے آگئے
خاص کر اپنے وطن پنجاب ہندوستان آج
بیقرار مضطرب تھا فرقت تیری میں میں
نکلے ہیں اب میرے دل کے حسرت و ارمان آج
تیرے ہی سب دم قدم سے کامیابی ہوگئی
فتح اٹلی کر لیا اور جرمن وجاپان آج

ماہ چورنجہ بعد ہوا میل و ملاپ
اس لیے سو بار صدقے ہوں قربان آج
کیوں نہ ہونویں خوش بخوش اپنے بہادر دیکھ کر
میجر صوبیدار جرنل و کپتان آج
مطلقاً تھوڑا ہے بالکل یاد گار
جس قدر کردوں بھی تیری ذات پر پن دان آج

فتح کا جلوس

اس قدر شان وشوکت سے نکلا ہے گجرات میں جلوس
کہ جس کو شوق سے دیکھتا رہا ہے عرش پہ رب قدوس
خدا سلامت با کرامت رکھے تاج برطانیہ کو
اور کہ معاون رہیں چین و امریکہ سفید روس
ہم ان لوگوں کے ممنون و مشکور ہیں ہر طرح
جنہوں نے زل مل کر مارا مگر مچھ ہٹلر و بوس
چھ سال سے خاموش پڑے تھے مذہبی ہیڈکوارٹر
آج بج رہے ہیں گرجوں میں گھڑیال اور مندروں میں ناقوس
ن پنجتالی چوداں مئی کی رات عجیب جلوہ دکھائے گی
جب کہ جگمگائیں کے شمع گیس اور بجلیاں فانوس

میری شعرو شاعری کا ہر فقرہ فقرہ فقط نہیں ہے
بلکہ یہ ہے ایک قسم کارفل پستول اور کارتوس
حکمت عملی سے کہتا ہوں کہ دوسرا دشمن بھی ہتھیار رکھ دے گا
حالانکہ میں کوئی نہیں ہوں سقراط بقراط یاں جالینوس

نوجوان عالم اور تعلیم

قدرت کی ہر بات جدید و قدیم اچھی ہے
لیکن ان سب کا خلاصہ ایک تعلیم اچھی ہے
کسی انسان کا یک وتنہا رہنا بھی کوئی رہنا ہے دنیا میں
اس لیے جہاں تک ہوسکے مثال لشکر تنظیم اچھی ہے
چوری ڈاکہ زنی ہر مذہب میں خلاف قانون ہے
سوا اس کے محنت و جفاکشی سے جو پیدا ہوا وہ وسیم اچھی ہے
ہٹے کٹے انسانوں کی پرورش کرنا گویا ان کو آرام طلب کرنا ہے
ہاں اگر خیرات دینا چاہتے ہو تو بیوہ مساکین ویتیم اچھی ہے
انسان مانند شہباز اوج و بلندی پر جا سکتا ہے
اس لیے پستی نہیں بلکہ شان عظیم اچھی ہے
علم وحکمت کی دولت حاصل کرو اور اس کے بعد
سیرو سیاحت ہفت کشور باہفت اقلیم اچھی ہے

موجودہ وقت انتہا درجے کا خود پسندی سے لبریز ہے
مگر آپ کے لیے عادات وخوئے سرتسلیم اچھی ہے
دنیا میں صحت و تندرستی کو قائم رکھنے کے لیے استاد
صبح شام کی ہوا خوری اور کہ باغ نسیم اچھی ہے

انجمن خدام الاسلام گجرات اور جناب حاجی محمد الدین صاحب

انجمن خدام الاسالم گجرات دم توڑ رہا تھا سامعین وحاضرین
لیکن اس میں جان ڈال دیا ہے جناب شیخ صاحب حاجی محمد الدین
اس قدر سکول کو فائدہ پونچایا ہے اپنے فیض دست سے
کہ دولت کے دریا بہا دیئے ہیں مانند بارشین
کیونکہ نہ ہزارہا لڑکے سالانہ پاس ہوں جب کہ
بڑے بڑے لائق فائق آئے ہیں ٹیچر و مدرسین
دیگر ممبر صاحب موصوف کے ہر طرح زیر اثر رہتے ہیں،
اور کہ چھوٹے بڑے نوکر چاکر و ملازمین
سرکار دربار میں ہر طرح رسائی رکھتے ہیں
جس کے باعث عزت وآبرو کرتے ہیں زمانے کے سلاطین
بوجہ سخی سوداگر ہونے کے خاص وعام ان کو جانتے ہیں
کیا جنوب وشمال اور کیا مغرب و مشرقین!

نہ ہوا ہے نہ ہوگا قوم خواجگان میں سے
ایسا سرچشمہ فیض اندر گجرات کی سرزمین
ایک دو آدمیوں کے کہنے پر میں نے یہ نظم لکھ دیا ہے
باقی گستاخی کی معافی چاہتا ہے آپ سے استاد امام الدین

بانگ دہل اور اس کا غل

ماہ دسمبر سن چوتالی کا رقم کرتا ہوں میں
بانگ دہل کر کے مکمل اب ختم کرتا ہوں میں
ہر قسم کے بیل بوٹے پاؤ گے اس میں ہی تم
پیش خدمت آپ کی باغ ارم کرتا ہوں میں
تاکہ تجھ پر کھل سکیں یہ راز عالم کے تمام
اس لیے پیش نظر یہ جام جم کرتا ہوں میں
حاضرین سب کھل کھلاتے صاف آتے ہیں نظر
اس قدر جیسے جلوسوں کو گرم کرتا ہوں میں
سادہ لفظی کے سبب سے عام شہرت لے گیا
ٹھوس بھدے شعر نہ نازک نرم کرتا ہوں میں
فارسی ہندی پنجابی اور انگلستان کے
ہر زباں کے لفظ کو بھرتی بھسم کرتا ہوں میں

ورو فکر سے جو بھی لکھ دوں اس پہ رکھتا ہوں یقین
رگز نہیں ضائع کبھی کاغذ قلم کرتا ہوں میں
بانگ دہل کی اس قدر مانگ خریداری ہے آج
جس کی نسبت سینکڑوں لاکھوں قسم کرتا ہوں میں
زمانہ مطلقاً طول و طوالت کا نہیں
ں لیے ہر چند فقرے کم سے کم کرتا ہوں میں
شوق شاعری اس قدر کودا ہے دل میں آن کر
جس پہ ضائع سینکڑوں دام و درم کرتا ہوں میں
ہنہ خیالی میں کبھی دل کشی ہوتی نہیں
ں لیے بھی روز مرہ کو نظم کرتا ہوں میں
خوش دلی اور شوق سے استاد اس کو پیش کش
اہل محفل مجلس و اہل بزم کرتا ہوں میں

یادگار کے نام

پنے خیالات کی دنیا میں بلندی کے جذبات پیدا کر
ئی روشنی کے زمانے میں نئے نظریات پیدا کر
کائنات میں انسان ایک ترقی کردہ جانور سمجھا گیا ہے
جہاں تک ہو سکے اعلیٰ ارفع ہستیوں سے ملاقات پیدا کر

بانگ دہل کے ہر طرح حقوق محفوظ رکھے گئے ہیں
تو اس سے ہیرے موتی لعل وجواہرات پیدا کر

میرے شعروسخن اور کہ شہرت و ناموری سے فائدہ اٹھ
کوشش جدوجہد سے تمام ضائع شدہ قومات پیدا کر

اس کا سب ساختہ پرداختہ تمہارے نام منسوب کیا جاتا ہے
تو اس کی نگہداشت رکھتا ہوا حاصلات ثمرات پیدا کر

شرق غرب جنوب وشمال سے اس کی خریداری کی آواز آتی ہے
اسلئے جہاں تک ہوسکے کسی کتب فروش یا فرم سحر مشورات پیدا کر

دوران جنگ میں نہایت جانفشانی سے میں نے کام کیا ہے
اس میری خدمات کی سرکار سے کوئی نہ کوئی جاگیرات پیدا کر

سنگ دل سے سنگدل بھی گر دلدادہ اور شفیتہ ہو جائے
اپنی بات چیت اور گل میں اس قدر جادوئے طلسمات پیدا کر

جاپان کی شکست اور ہماری فتح اور استاد امام الدین

جاپان کی شکست اور نہایت زبردست ہوئی ہے ہماری فتح
ایک دو ہی بم باٹ سے ہوگئی ہے بہت بھاری فتح

رحم دلی خدا خوفی دنیا میں کامیابی حاصل کرتی ہے
کبھی پا نہیں سکتے ظالم و جابر گنہگاری فتح

جو بادشاہ پبلک میں اپنی ہر دلعزیزی رکھتا ہے
شرق غرب کی دیتا ہے اس کو خدا وند باری فتح

ہمارے واسطے یہ ظفر یابی لا انتہا خوشی کا باعث ہے
لیکن اٹلی جاپان جرمن کے لیے ہے تپدق کی بیماری فتح

شیر کی طرح جوانان عالم میدان کارزار میں ڈٹے ہیں
بھلا ان پر کب پاسکتے تھے دیوی دیوتا مندروں کے پوجاری فتح

عرصہ چار پانچ سال حکومت برطانیہ خاموش رہی ہے
اس لیے کہ ہم پر نہیں کر سکتے تو جو جرنل رام لعل گردھاری فتح

نو اگست انی سو پنجتالی کو جاپانی قوم نے ہتھیار ڈالے ہیں
جس سے سارے کی ساری ہوگئی دیوانی اور فوجداری فتح

شان وشوکت ٹیپ ٹاپ اس کی بیاں کروں استاد
چمکتی ہے مثل اختر فلک اور کہ گوٹہ کناری فتح

ہمارا کیا ہے اس میں حاضرین مقامی حکام کے سرسہرا ہے
یعنی چوہدری محمد اسلم ہنوٹ صاحب علاؤالدین ارشد کی ہے ساری فتح

جاپان کی ہار اور ہماری جیت

ہم نے شروع کر دیا جب کہ ملک جاپان پر بم باٹ
بڑے بڑے دست بستہ ہوگئے کمانڈنگ آفیسر اور لاٹ

ایسا ایک گولہ زبردست پڑا کہ جس کے خوف وہیبت سے
بہت سکتے کے عالم میں چلے گئے اور بہتوں کے فیل ہو چکے تھے ہاٹ
افسوس ہے کہ چند یوم بھی میدان کارزار میں نہ ٹھہر سکا
حالانکہ شہنشاہ جاپان بہت عرصے کا تھا فٹ فاٹ
بڑی بڑی سخت سنگین آبادیاں آتش کی نظر ہو چکی ہیں
اور بعض بعض بیمار شفاخانوں میں کھاتے ہیں بیٹھے فروٹ فراٹ
کسی دنیا کے بادشاہ کے ساتھ ایسی ہرگز ہرگز نہ ہوگی
جیسی کہ ہوتی ہے جرمن جاپان کو اس جنگ میں گھاٹ
برطانیہ بڑی بڑی جابر سلطنتوں کو شکست دے چکا ہے
کیونکہ خاص کر لشکر جا رہے ہے گورکھے پٹھان اور جاٹ
فتح اور کامیابی کی خوشی میں تمام ہندوستان کے دفتر بند ہوئے
کیا پہاڑی علاقے ہمالیہ شملہ کوہ مری اور چراٹ

مسلم لیگ کا آفتاب

کیا کیا دکھا رہی ہے لیگ کامیابیاں
گویا یہ لے چکی ہے پاکستان کی چابیاں
سی پی، یوپی اور اڑیسہ بہار میں
ہر جانب ہر طرف ہیں اس کی لاجوابیاں

ل ارو مدراس میں فاتح ہوئی ہے یہ
قت دکھائی ایسی ہندوستان پنجابیاں
لاکھوں مخالفوں کی ضمانت ضبط ہوئی
رل خاک میں گئی ہیں سب کی سرنوابیاں
ان آفتاب نکلا ہو قیامت کا نمونہ
ان روشنی کیا کر سکیں دیوے مہتابیاں
پونچے ہیں اپنی کوشش سے اوج فلک پہ ہم
دشمن اٹھاتے پھرتے ہیں ذلت خرابیاں
رار و خاکسار یونینسٹ کانگرس
ر ملک پر ہی ہے اپنی انتخابیاں
ناکام دیکھ اپنے کو استاد سب حریف
دن رات کھا رہے ہیں سخت پیچ و تابیاں

خدا کا شکر

(یہ نظم پنجاب اسمبلی کے انتخاب میں مسلم لیگ کی بے مثال کامیابی
بطور شکریہ لکھی گئی) خادم

کریہ لاکھوں کروڑوں یا خدا کرتے ہیں ہم
ج نصرت فتح کا سجدہ کرتے ہیں ہم

دنیا میں جس کام کی بھی ابتدا کرتے ہیں ہم
تیری رحمت کی مدد سے انتہا کرتے ہیں ہم
چار سو عالم میں اپنی کیا صدا کرتے ہیں ہم
تیرے نام نامی کی صفت و ثنا کرتے ہیں ہم
حریف و حاسد ہر طرح کرتے ہیں اپنا ٹھوس کا
لیکن سر مجلس و محفل برملا کرتے ہیں ہم
بن گئے ہیں تب سے ہم اوج فلک کے آفتاب
مسٹر جناح کو جب سے اپنا راہنما کرتے ہیں ہم
ماسوائے لیگ کس کو کامیابی ہے نصیب
اپنی کثرت ہر طرف اور جابجا کرتے ہیں ہم
یہ تماشے جمگھٹے اور قافلے دیکھے ہیں کیا
آگے آگے دیکھئے اب کیا سے کیا کرتے ہیں
جھولتا جھنڈا رہے استاد پاکستان
خاص کر کے درد دل سے یہ دعا کرتے ہیں ہم

ظفر اور گابے کا مقابلہ

(یہ نظم سنٹرل اسمبلی کے انتخابات کے موقعہ پر خاکسار امیدوار

ایل گابا کی ناکامی اور مسلم لیگ امیدوار مولوی ظفر علی صاحب آف زمیندار کی کامیابی پر لکھی گئی) خادم

ظفر کے مقابل کھڑا تھا جو گابا
مولانا نے اس کو ہے دب دب کے دابا
سوا چھ سو پرچہ حریفوں نے پایا
مگر پینتی سو تک ہمارا تھا بابا
گابے کی جانب تو ادنیٰ بشر تھے
ہماری طرف تھا رئیس و نوابا
یہی حشر ہوتا ہے اس کا بزرگو
چلے چال دنیا میں جو بے محابا
نامی گرامی تھے ووٹر ہمارے
تھے اس کی طرف فقط لہبہ خدابا
مِلولیگ سے خاکساری حراری
فضولی کرو یہ نہ خون و خرابا
جب کہ چوٹی کا لیڈر جناح ہوگیا ہے
اب نہیں ہو سکے گا تمہیں کامیابا

عزیزوں بزرگوں کو کہتا ہے استاد
گنواؤ کسی کا نہ ادب و ادابا

مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ

آج کل جنگ آزادی کی ہے دھوم دھا
تو گر مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ
ایک خدا رسول اور قرآن کو ماننے والا
کیوں ڈالتے ہو تفرقہ اپنے میں بہر خدا
گولہ بیگم بادشاہ کبھی جیتے نہیں جاتے
جب تک نہ ملاؤ گے تم اتفاق کا یکا
زور قوت طاقت و بازو سے اسے
اپنی قوم کو اوج و بلندی پہ پہنچا
آج پیش ہے تیری زندگی موت کا سوال
ایسا نہ ہو رہ جائے تیری کوشش کا گلا
شاہ بازی اور کہ جرأت و دلیری میں کمال
شیر نر سمجھتی ہے تجھ کو زمانے کی فضا
کب آئے گا مقابل میں تیرے جب کہ کردی تو نے
رستم زوال اور کہ حیدر کی صدا

اس طرف چاہیے ہونا بزرگان عزیز
بہتا جس طرف کشتی اسلام کا ہے دریا
شب و روز ہے ہم کو تیری آمد کی اٹھنی
جلد سے جلد آکر آتش فرقت کو بجھا
اگرچہ تم یوسف ہو تو چلو ہم زلیخا ہی سہی
مگر استاد کو یہ تو بتا دو کہ کب ہوگا میل ملا

چوہدری محمد اسلم صاحب کے گجرات سے تبادلہ پر

خداوند عالم تو اپنا فضل کر
بخشش عنایت طفیل رسل کر
اسلم کی خاطر لگی ہے یہ مجلس
دِلّی جا رہے ہیں جو ہم سے بدل کر
بڑا ملک نامی گرامی ہے آقا
اگر قدم رکھنا تو رکھنا سنبھل کر
نرمی سے رعب و جلالت نہیں رہتا
شروع سے سختی ذرا مستقل کر
گو جانتے ہو بندوبست پھر بھی

نظام حکومت قبل از قبل کر
نو شیرواں بھی کرے سرنگونی
کچھ اس طرح سے عدالت عدل کر
ہونا تھا میری مسرت کا باعث
گر مجھ کو دیتے بھی بانگ دہل کر [۱]
رہنے بھی دے چند فقروں پہ استاد
نہ طول اتنا اپنا قصیدہ غزل کر

تقریب یکم اپریل سے غیر حاضری کی معذرت

نوٹ:۔ یکم اپریل ۱۹۴۴ء کی تقریب پر حلقہ ادب گجرات نے استاد صاحب کی خدمت میں USA (استاد شعرائے عالم) اور ASS (افسر شعروشاعری) کے گرانقدر اور موزوں خطابات زیر صدارت جناب چوہدری محمد اسلم صاحب مجسٹریٹ درجہ اول گجرات پیش کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ٹاؤن ہال گجرات میں اہل ذوق سینکڑوں کی تعداد میں جمع تھے مگر کسی حاسد نے استاد صاحب کو بہکا دیا اور کہا کہ ASS تو گدھے کو کہتے ہیں اور استاد صاحب بجائے ٹاؤن ہال گجرات میں تشریف فرما ہونے کے نالہ شاہ جہانگیر

[۱] یعنی تبادلہ سے قبل بانگ دہل کے موجودہ ایڈیشن کی طباعت کا انتظام ہوسکتا ہے جس کے لیے چوہدری صاحب موصوف کوشاں تھے۔ خادم

کے قریب گجرات سے دو میل کے فاصلہ پر کسی ڈیرہ میں چھپ گئے اور ارباب حلقہ ادب کی طرف سے انتہائی جستجو کے باوجود دستیاب نہ ہو سکے۔ چنانچہ مجبوراً یکم اپریل کی تقریب ملتوی کرنا پڑی اور یہ دونوں خطابات استاد صاحب کو بعد ازاں حلقہ ادب کے اجلاس میں دیئے گئے۔ یہ نظم استاد صاحب نے یکم اپریل کی اس تقریب سے غیر حاضری کے متعلق بطور معذرت لکھی ہے۔ اس میں اس کا بہکانے والے حاسد کے حق میں جو دعائے مستجاب فرمائی ہے اس کے پیش نظر امید نہیں کہ وہ آئندہ کسی ایسی تقریب کے موقع پر استاد کو بہکانے میں کامیاب ہو سکے۔ خصوصاً جب کہ استاذ نے یہ وعدہ کیا ہے۔

کبھی ایسا ہوگا نہ آئندہ دوبارہ
چلا اس قدر تیز حریفوں کا آرہ
کہ بھرنا پڑا جس کا ہم کو کفارہ
حلقہ ادب نے مقرر کیا تھا
اپریل میں اک مشاعرہ نیارا
بڑی شان وشوکت سے تیاری ہوئی تھی
دیکھن کے قابل تھا اس کا نظارہ

سنا ہے کہ افسر صدر بھی تھے شامل
جمشید / اکبر سکندر و دارا
حسد حاسدوں نے کیا اس قدر ہے
مجھے شہر سے کر دیا تھا آوارہ
ادھر جستجو اور تجسس تھی میری
ادھر تک رہا تھا میں دریا کنارہ
حسد کرتے جو ہیں اس حلقہ ادب کا
غرق کردے ان کو تو پروردگارہ
سدا روئیں پیٹیں وہ درد ہجر میں
چھٹے ان کی آنکھوں سے خونی فوارہ
خدا ان کو ڈھولک یا باجا[1] بنا دے
پھریں در بدر بجتے مثل چکارہ
دنیا میں ابھریں نہ سر سبز ہونویں
ہمیں ان کی قسمت کا ڈوبے ستارہ
عزیزوں بزرگوں کو تکلیف ہوئی ہے
کبھی ایسا ہوگا نہ آئندہ دوبارہ
میری بدنصیبی ہے استاد ورنہ
میں بنتا تھا بڑھ چڑھ کے دولا دو لار

[1] [illegible] لعنتی قسم کی دعا ہے۔

تقریظ

از جناب ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم بی اے ایل ایل بی

پلیڈر۔ گجرات

طبع استاد کا کلام ہوا
باعث شغل خاص و عام ہوا
حاسدوں کی ہے موت کا پیغام
بدل استاد غیر لام ہوا
تلملاتا ہے آج گوشہ نشین
اس کو حاصل نہ یہ مقام ہوا
کر کے دیوانہ وار کلام استاد
آج دنیا میں نیک نام ہوا
کہتے استاد کو جو تھے "ماعز"
دور ان کا خیال خام ہوا
کیوں نہ استاد اس پہ ناز کرے
زندہ جاوید اس کا نام ہوا
طبع خادم ہوئی ہے بانگ دہل
کام استاد کا تمام ہوا